فکر و نظر........... اسلام آباد   جلد: ۴۶   شمارہ: ۴

غیر مسلم ممالک میں سودی لین دین سے متعلق فقہائے پاک و ہند کی آراء کا جائزہ

ڈاکٹر حافظ غلام یوسف☆

Abstract

Interest (riba) is an ancient socio-economic ill which has deprived humans of economic justice and prosperity generations after generations. It had been condemned and declared unlawful (haram) not only in the revelation sent down upon the last Messenger and Prophet Muhammad (Peace be on him) in the form of the Qur'an and Sunnah but also in the revelations send to the earlier prophets (Peace be on them). Muslims living in the non-Muslim countries face a situation where they become prone or compelled to interest based financial transactions in various matters of life ranging from interest on welfare trust funds to house-financing. Given to their special circumstances Jurists of subcontinent have taken diverse positions on the permissibility of such transactions. This article attempts to look into the issue and present an evaluation of the arguments presented by these jurists to support their positions.

☆☆☆☆☆

غیر مسلم ممالک، خصوصاً یورپین ممالک میں رہائش پذیر مسلمانوں کو طرح طرح کے جدید مسائل کا سامنا ہے اُن میں سے وہاں کے بینکوں اور مالیاتی اداروں کے ساتھ سودی معاملات کے لین دین کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ وہاں مقیم مسلمانوں کو سودی معاملات کے لین دین سے متعلق درج ذیل مسائل در پیش ہیں:

۱۔ مسجد کمیٹیز، یا مسلم ویلفیئر ٹرسٹ/مسلم فلاحی ادارے، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے اپنے متعلقہ ارکان سے چندہ اکٹھا کر کے ایک فنڈ قائم کرتے ہیں اور حفاظت کی خاطر بینک میں رکھتے ہیں۔ بینک اِس رقم پر سود دیتا ہے جو اِس رقم میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ تو کیا اِس اضافی رقم

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فقہ واسلامی قانون، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

DMHL

پر ملنے والی رقم پر سود کا اطلاق ہو گا یا نہیں؟

۲۔ مزدور پیشہ افراد اپنی بچت کی ہوئی رقم کو بینکوں میں جمع کراتے ہیں اور بینک اِس میں قانون کے مطابق سود کا اضافہ کرتاہے۔ تو کیا اِس اضافی رقم پر ملنے والی رقم پر سود کا اطلاق ہو گا یا نہیں؟

۳۔ افراد یا مسلم فلاحی اداروں کو مختلف ضرورتوں کے لیے بینک یا فنانس کمپنیوں سے سودی قرضے لینا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ اِسی طرح رہائشی مکانوں کی خریداری کا معاملہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ وہاں مکانات اتنے مہنگے ہیں کہ کوئی بھی شخص رہائش کے لیے مکان نہیں خرید سکتا، تو کیا مکان کی خریداری کے لیے بینکوں، یا مالیاتی اداروں سے سودی قرضے لینا جائز ہے یا نہیں؟

۵۔ انشورنس جو سُود اور جُوا کی ترقی یافتہ صورت ہے، تو کیا غیر مسلم ممالک میں مسلمان انشورنس کرا سکتے ہیں؟۔

اسلام میں سود و ربا کی حرمت کوئی پوشیدہ چیز نہیں، سود ایک حرام اور بدترین چیز ہے، مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والا ہر بچہ اتنا ضرور جانتا ہے کہ اسلام نے سود کو حرام قرار دیا۔ سود خوری کا طریقہ کوئی جدید مسئلہ نہیں، اسلام کی آمد سے قبل جزیرہ نما عرب میں بشمول مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں مشرکین اوریہودیوں کے ہاں سود کا رواج عام تھا۔ نہ صرف شخصی ضرورتوں کے لیے سود خوری کا رواج تھا بلکہ تجارتی مقاصد کے لیے سودی لین دَین رائج تھا۔

قرآن و سنت اور اجماع صحابہؓ سے ربٰو کی قطعی حرمت ثابت ہے۔ قرآن کریم میں سود خوروں کے خلاف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان جنگ فرمایا ہے، حدیث میں بھی ربٰو سے متعلق اِس قدر سخت وعیدیں آئی ہیں کہ انہیں دیکھ کر کوئی مسلمان شبہ ربٰو پر جرأت بھی نہیں کرسکتا۔ البتہ غیر مسلم ملکوں میں مسلمانوں کا غیرمسلموں کے ساتھ سودی کاروبار کے بارے میں فقہائے اسلام کے ہاں اختلاف رہا ہے۔

مذکورہ مسائل کو دیکھتے ہوئے داعیہ پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے پاک و ہند کے اکابر اور نامور فقہاء کی فقہی آراء اور فتاویٰ کا مطالعہ کر کے قارئین کے سامنے ایک جائزہ پیش کیا جائے، تاکہ وہ اِس سے رہنمائی حاصل کرسکیں۔ اِس سلسلے میں صرف ایسے نامور فقہاء کی فقہی آراء کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جنہیں اپنے اپنے حلقوں میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اُن

کی فقہی آراء کو تسلیم بھی کیا جاتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں انتہائی غیر جانبداری کے ساتھ فقہاء کی آراء کو پیش کیا جا رہا ہے، جس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ فقہاء کی فقہی آراء اور فتاویٰ کو من وعن نقل کر دیا جائے، جو فقہی آراء کسی تفصیلی مقالہ یا تفصیلی فتویٰ کی شکل میں تھیں، تو اُن کے اہم اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔ یہاں اِس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ یہ جائزہ کوئی حتمی رائے اور حرف آخر نہیں بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین کے سامنے فقہاء کی آراء اور دلائل کا غیر جانبداری سے ایک جائزہ پیش کر دیا جائے اور فیصلہ قارئین کی رائے پر چھوڑ دیا جائے، تاکہ وہ خود کوئی رائے قائم کر سکیں کہ کن فقہاء کی تحقیقات مسلمانوں کی دنیوی و اُخروی فلاح و بہود کے لیے نفع بخش ہیں؟۔

☆ فقہائے کرام نے اپنے فتاویٰ اور تحقیقات میں جو دلائل ذکر کیے ہیں، مصادر اصلیہ کی روشنی میں اُن دلائل کی تخریج کر دی گئی ہے تاکہ بوقت ضرورت مراجعت میں آسانی ہو۔

مقالہ نگار اِس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ پاک وہند کے معروف اور اکابر فقہاء درج ذیل دو جماعتوں میں منقسم ہیں:

۱۔ غیرمسلم ممالک میں مسلمانوں کے لیے لین دین کے عدم جواز کے قائلین فقہائے کرام۔

۲۔ غیرمسلم ممالک میں مسلمانوں کے لیے سودی لین دین کے جواز کے قائلین فقہائے کرام۔

عدم جواز کے قائلین:

۱۔ غیرمسلم ممالک میں سودی لین دین کے عدم جواز کے قائلین فقہائے کرام میں مفتی رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا نذیر حسین دہلویؒ، مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ، اور مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ اِن حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ دارالحرب / غیر مسلم ملک میں حربیوں سے سودی معاملات کی قطعاً اجازت نہیں ہے، سود کا لین دین، حرام اور ممنوع ہے اور بعض فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ سود لینا جائز ہے دینا جائز نہیں۔(۱)

ان فقہاء کی تحقیقات کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن و سنت اور اجماعِ صحابہؓ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو یوسفؒ اور جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سودی کاروبار خواہ دارالاسلام میں ہو یا غیرمسلم ملک میں ہر حال میں حرام اور ممنوع ہے۔

۲۔ مسلمانوں کے لیے غیر مسلم ممالک میں وہاں کے بینکوں، انشورنس کمپنیوں اور ایسے تمام مالیاتی اداروں میں جو سودی کاروبار کرتے ہیں ملازمت حرام و ناجائز ہے۔ کیونکہ سود غیر مسلموں کے لیے بھی اِسی طرح حرام ہے جیسے مسلمانوں کے لیے حرام ہے۔ ایسے اداروں میں ملازمت کرنا گناہ پر معاونت کی وجہ سے حرام ہے۔

۳۔ غیرمسلموں کے شراب کی فیکٹریوں اور دکانوں وغیرہ پر مسلمانوں کے لیے ملازمت کی گنجائش ہے، کیونکہ غیرمسلموں کے ہاں شراب حلال ہے، البتہ شراب کی خرید و فروخت اور کسی کو پینے کے لیے دینا مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

۴۔ مسجد کمیٹیز یا مسلم ویلفیر ٹرسٹ ر مسلم فلاحی اداروں کے لیے، چندہ اکٹھا کر کے حفاظت کی خاطر بینک میں رکھنا اور بینک سے اِس رقم پر سود لینا حرام وممنوع ہے۔

۵۔ مزدور پیشہ افراد کے لیے اپنی بچت کی ہوئی رقم غیرمسلم بینکوں میں جمع کرانا اور وہاں کے بینک قوانین کے مطابق منافع کے نام سے اضافی رقم لینا سود ہے جس کا لینا حرام وممنوع ہے۔

٦۔ افراد یا مسلم فلاحی اداروں کو اپنی مختلف ضرورتوں کے لیے غیرمسلم ملک میں بینک یا فنانس کمپنیوں سے سودی قرضے لینا حرام وممنوع ہے۔

۷۔ رہائشی مکانات کی خریداری کے لیے غیرمسلم ملک میں وہاں کے بینکوں، یا مالیاتی اداروں سے سود پر قرضہ لینا حرام وممنوع ہے۔

دارالاسلام اور دارالحرب کی تعریف:

فقہاء کرام نے دارالاسلام اور دارالحرب کی تعریف یہ کی ہے:

دارالاسلام اُس ملک کو کہا جاتا ہے جہاں اسلامی احکام نافذ ہوں اور دارالحرب ر غیرمسلم ملک، اس ملک کو کہا جاتاہے جہاں غیراسلامی احکام نافذ ہوں، یعنی غیراسلامی حکومت ایسی حکومت یا ملک کو کہا جاتا ہے جہاں قرآن و سنت سے اخذ شدہ قوانین نافذ نہ ہوں، خواہ وہاں کوئی قانون نافذ ہو یا نہ ہو۔(۲)

بعض فقہائے کرام، غیرمسلم ملک کو دارالحرب سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ کچھ دیگر فقہائے کرام دارالاسلام کے مقابلہ میں دارالکفر کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور حنفی فقیہ، علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانیؒ ، اپنی مشہور و معروف کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں دارُالاسلام اور دارُالکفر کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فنقول: لابُدَّ أَوَّلاً مِنْ مَعْرِفَةِ مَعْنَى الدَّارَيْنِ، دارِالإسلامِ وَدَارِالْكُفر...أَنَّ دَارَالْكُفرِ تصير دَارَ اِسْلام... لاتَصِيْرُدَارَالْكُفرِ إلَّا بِثلاثِ شَرَائِطِ (۳).

عدمِ جواز کے دلائل:

دارالحرب / غیرمسلم ملک میں غیرمسلموں سے سُود لینے کے عدمِ جواز کے قائلین کا موقف یہ ہے کہ:

۱۔ احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ میں سے جمہور فقہاءِ کرام کے نزدیک سودی لین دین غیر اسلامی ملک میں بھی ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ مسلم ملک میں مسلمانوں کے لیے سودی کاروبار حرام ہے۔ سودی کاروبار چاہے مسلمانوں کے درمیان ہو یا مسلمانوں اور غیرمسلموں کے درمیان، مسلم ملک میں ہو یا غیر اسلامی ملک میں دونوں صورتوں میں حرام اور ممنوع ہے، سودی لین دَین کی حرمت پر نہ تو مسلم اور غیرمسلم کی بنیاد پر کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ مسلم ملک اور غیر اسلامی ملک کا کوئی اعتبار ہے۔ سودی لین دین ہر جگہ ہر حال میں حرام و ناجائز ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں سود کی حرمت کے بارے میں آیات کریمہ(۴) مطلق ہیں جن میں مسلم و غیرمسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے، مسلمانوں اور غیرمسلموں کو خطاب کرتے ہوئے سود سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور سودخوری سے باز نہ آنے والوں کو وعید شدید سنائی گئی ہے۔ لہذا قرآن و سنت میں جس قدر سود کی حرمت سے متعلق وعیدیں آئی ہیں وہ ہر اعتبار سے قطعی ہیں انہیں دیکھ کر کوئی مسلمان جرأت بھی نہیں کر سکتا کہ جس معاملہ میں سود کا احتمال ہو اس کے پاس جائے۔ نصوصِ قطعیہ کو سامنے رکھتے ہوئے سود کے شبہہ سے بھی بچنا چاہئے۔

۳۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے دلائل اور امام ابو یوسفؒ کے دلائل پر تحقیقی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو امام ابویوسفؒ، کے دلائل قوی معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً سود کی حرمت سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [البقرة:۲۷۸]

اگر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اِس بقیہ ربوٰ کے چھوڑنے کا حکم جس وقت دیا گیا تھا اُس وقت سود لینے والے سب کافر تھے، حرمت ربوٰ کے بعد اگر کسی غیرمسلم سے ایسا معاملہ جائز ہوتا تو حرمت سے پہلے تو بدرجۂ اولیٰ جائز ہوتا، اور وہ رقم حلال ہوتی، تو اس رقم کے چھوڑنے کو فرض کیوں قرار دیا گیا، اور یہ نص قطعی ہے۔

۴۔ طرفین یعنی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل، یا تو خبر واحد ہے یا قیاس اور دونوں دلیلیں ظنی

ہیں، اور اِس بات پر فقہائے اُمت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ دلیل ظنی پر دلیل قطعی کی تقدیم واجب ہے۔ اور دلالۃً یہ احتمال بھی ہے یہ نفی، نہی کے لیے ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ [البقرة :۱۹۷] بعینہٖ یہی معنی ہیں، چونکہ غیرمسلم کے مال کے غیرمعصوم ہونے کی وجہ سے اِس کے جواز کا شبہ ہو سکتا تھا، لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواز سے متعلق پیدا ہونے والے شبہ کی نفی فرما دی۔

۵۔ مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس معاملہ میں سود کا احتمال بھی ہو اِس کے قریب بھی نہ جائے کیونکہ حدیث میں ہے:

قالَ رسول اللّٰہِ ﷺ: الرِّبا سَبْعُونَ جُزأً أَيْسَرُهَا أن يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ۔(۵)

کہ سود کے گناہ کے ستر درجے ہیں اور اُس میں سے سب سے ادنی درجہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ سے زنا کرے۔

نیز حدیث میں ہے:

قالَ رسول اللّٰہِ ﷺ: دِرْهَمُ ربًا يأكُلهُ وهوَ يَعْلَمُ أشدُّ مِن سِتَّةٍ وثلاثِيْنَ زَنْيَةً فی الخطيئةِ(٦)

کہ سود کا ایک درہم یہ جاننے کے باوجود کہ یہ سود ہے کھانا، چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ اور بدتر گناہ ہے۔

۲۔ سودی لین دین کے جواز کے قائلین فقہائے پاک و ہند کی تحقیقات

غیرمسلم ممالک / دارالحرب میں غیرمسلموں سے سودی لین دین کے جواز کے قائلین میں سے مولانا عبد الحئ لکھنویؒ، مولانا ارشاد حسین رامپوریؒ، مولانا احمد رضاخان بریلویؒ، مفتی شاہ محمد مظہر اللہؒ، مفتی کفایت اللہؒ، مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، مفتی محمد امجد علی اعظمیؒ، مولانا مفتی ابو الخیر محمد نور اللہؒ نعیمی، بصیر پوری، صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان قادری اشرفی، مفتی جلال الدین جیسے اکابر فقہاء کرام کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔(۷)

ان فقہاء کی تحقیقات کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ غیرمسلم ممالک خصوصاً یورپین ممالک میں رہائش پذیر مسلمانوں کے لیے وہاں کے بینکوں اور مالیاتی اداروں کے ساتھ سودی معاملات کے لین دین کی اجازت ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ اضافی رقم سود سمجھ کر نہ لیں بلکہ یہ سمجھ کر لیں کہ غیرمسلموں کا مال اُن کی

رضامندی سے حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے حلال و جائز ہے۔ البتہ چوری، ڈاکہ زنی، خیانت، دھوکہ و فراڈ وغیرہ کے ذریعہ غیر مسلم کا مال حاصل کرنا حرام قطعی اور ممنوع ہے۔

۲۔ دو ایسے مسلمان جنھوں نے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی غیر اسلامی ملک میں بیع فاسد کا لین دَین کریں تو یہ معاملہ جائز ہوگا۔

۳۔ لین دین کا جو معاملہ دو مسلمانوں کے درمیان ممنوع ہو اُس عقد فاسد کے ذریعہ غیرمسلم ملک میں غیرمسلم کا مال حاصل کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مسلم اور غیرمسلم کے درمیان ربوٰ نہیں ہوا اگرچہ عقد فاسد ہو یا قمار بازی ہو۔

۴۔ مسجد کمیٹیز، یا مسلم ویلفیر ٹرسٹ رمسلم فلاحی اداروں کے لیے، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے غیرمسلم ملک میں چندہ اکٹھا کر کے فنڈز قائم کرنا اور حفاظت کی خاطر بینک میں رکھنا اور بینک سے اِس رقم پرمنافع لینا جائز ہے کیونکہ اِس اضافی رقم پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا۔

۵۔ مزدور پیشہ افراد کے لیے اپنی بچت کی ہوئی رقم غیرمسلم بینکوں میں جمع کرانا اور وہاں کے بینک قوانین کے مطابق اِن رقوم پر منافع لینا جائز ہے کیونکہ اِس اضافی رقم پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا۔

۶۔ افراد یا مسلم فلاحی اداروں کو اپنی مختلف ضرورتوں کے لیے بینک یا فنانس کمپنیوں سے قرضے لینا جائز ہے۔

۷۔ رہائشی مکانوں کی خریداری کے لیے وہاں کے بینکوں، یا مالیاتی اداروں سے قرضہ لینا جائز ہے۔

۸۔ انشورنس جو سُود اور جُوا کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں، غیرمسلم ممالک میں مقیم مسلمانوں کے لیے اپنی پراپرٹیز اور اولاد کے حفظِ ماتقدم کے طور پر انشورنس کرانے کی اجازت ہے۔

۹۔ پاکستانی بینکوں سے ملنے والا منافع مضاربت فاسدہ کی ایک صورت ہے۔

۱۰۔ موجودہ ہندوستان میں رہنے والے کافروں سے سود لینا جائز ہے۔

۱۱۔ موجودہ ہندوستان کے ڈاکخانوں اور بینکوں سے ملنے والے منافعے پر شرعاً سود کا اطلاق نہیں ہوتا۔

۱۲۔ غیرمسلم ممالک میں اگر کوئی مسلمان، غیرمسلم کے بینک سے سودی لین دین کرے تو جائز ہے اور اگر وہ بینک مسلمانوں اور غیرمسلموں کا مشترک ہو تو پھر سودی لین دین جائز نہیں ہوگا۔

۱۳۔ صاحبزادہ اقتدار احمد خان قادری اشرفی کا دعویٰ ہے:

''قرآن مجید یا احادیث کی کُتبِ مبارکہ میں ایک بھی ایسی آیت یا حدیث نہیں ہے جس میں غیرمسلم ملک کے کفار سے سود لینے کی ممانعت کی گئی ہو۔ اِس طرح کی کوئی بھی

آیت اور حدیث مشہور یا غیر مشہور، مرسل یا خبر واحد نہیں ہے جس سے حربی کافر سے سود لینے کی ممانعت کی گئی اور سود کی حرمت کی جتنی بھی آیتیں ہیں یا احادیث مبارکہ ہیں وہ سب کی سب مسلمان سے سود لینے دینے کی ہیں۔ یعنی کوئی مسلمان ایسے شخص سے سود نہ لے جو مسلمان ہو یا مسلمانوں کی طرح اِس کا مال شرعاً محفوظ ہو۔ دارالحرب کے کفار سے سود کا حرام ہونا کہیں ثابت نہیں'۔

''دنیا بھر کے علماء سے ہمارا چیلنج و مطالبہ ہے کہ کوئی عالم اِس طرح کی کوئی آیت اور حدیث مشہور یا غیر مشہور، مرسل یا خبر واحد نہیں دکھا سکتا۔ سود کی حرمت کی جتنی بھی آیتیں ہیں یا احادیث مبارکہ ہیں وہ سب کی سب مسلمان سے سود لینے دینے کی ہیں۔ یعنی کوئی مسلمان ایسے شخص سے سود نہ لے جو مسلمان ہو یا مسلمانوں کی طرح اِس کا مال شرعاً محفوظ ہو۔ دارالحرب کے کفار سے سود کا حرام ہونا کہیں ثابت نہیں'۔

''ہندوستان وغیرہ قسم کے ملکوں میں مسلمان دارالحرب چھوڑنے والے قانون پر کس طرح عمل کریں۔ انہوں نے چار و ناچار وہیں رہنا ہے۔ وہیں جینا وہیں مرنا وہیں قتل و شہید اور مظلوم و مجبور بننا ہے ان سے سب کافر جبرًا سود لیں۔ مگر وہ کسی سے نہ لیں یہ کس قانون کا مسئلہ ہے؟ جب کہ آج کی غربت انتہائی ذلت اور مظلومیت ہے'(۸)۔

جواز کے دلائل:

غیر اسلامی ملک میں غیرمسلموں سے سُودی لین دین کے جواز کے قائلین کی تحقیقات کے اہم بنیادی دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حدیث **لاربَا بَیۡنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَبَیۡنَ أھۡلِ الۡحَرۡبِ فِی دَارِالۡحَرب** ایک اہم اور بنیادی دلیل ہے۔ یہ حدیث فقہ حنفی کے تمام فقہی متون، شروحات اور اہم کُتب میں موجود ہے(۹)۔ اِس حدیث کے بارے میں تفصیلی بحث آئندہ صفحات میں پیش کی جا رہی ہے۔

۲۔ آیت حرمت رباء: ﴿**یٰٓاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُواالرِّ بٰوٓا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَۃ، وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡن**﴾ [آل عمران:۱۳۰] تین ہجری میں غزوہ اُحد کے موقع پر نازل ہوئی، اِس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ مکہ میں مقیم تھے اور مسلمان ہو چکے تھے وہ غیرمسلموں کے ساتھ سودی کاروبار کرتے تھے، فتح مکہ کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حضرت عباسؓ کو سودی کاروبار سے منع نہیں فرمایا اور جب سورہ البقرۃ کی آیات: ﴿ **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰہَ وَذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ. فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ، وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَکُمۡ رُءُ وۡسُ**

اَمۡوَالِکُم، لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡن﴾ [البقرۃ: ۲۷۸-۲۷۹] نازل ہوئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو غیر مسلموں سے سود لینے سے منع فرمایا۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان غیر مسلم ملک میں سودی کاروبار جائز ہے(۱۰)۔

۳۔ ہجرت سے پہلے مکی دور میں جب سورہ الروم ۱-۴ ﴿الٓمّٓ،غُلِبَتِ الرُّوۡم،فِی أدۡنَی الۡاَرۡضِ وَھُمۡ مِنۡ بَعۡدِ غَلَبِھِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ، فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ﴾ کی آیات نازل ہوئیں تو قریش مکہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ رومی سلطنت دوبارہ غالب آ جائے گی؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہاں! تو قریش مکہ نے کہا کیا تم اِس پر شرط لگا سکتے ہو؟ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن کے ساتھ شرط لگائی۔ رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس شرط کو برقرار رکھا۔ حالانکہ یہ قمار (جوا) کی ایک شکل ہے۔ اور اُس وقت مکہ پر مشرکوں کی حکومت تھی۔ اِس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان کو اجازت ہے کہ غیراسلامی ملک میں غیرمسلم کی رضامندی سے اُس کا مال جس طرح چاہے حاصل کر سکتا ہے، بشرطیکہ کہ اُس میں دھوکہ و فراڈ اور خیانت کی کوئی صورت نہ ہو(۱۱)۔

۴۔ سودی لین دین کے جواز کے قائلین فقہائے کرام نے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے مسلک کی پیروی کرتے ہوئے دارالحرب / غیرمسلم ملک میں غیرمسلموں سے سودی لین دین کے جواز میں فتاویٰ دیے اور اپنے فتاویٰ کی تائید میں حدیث لَارِبَا بَیۡنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَبَیۡنَ أھۡلِ الۡحَرۡبِ فِی دَارِالحَرب (یعنی مسلمانوں اور غیرمسلموں کے درمیان غیرمسلم ملک میں سودی لین دین پر سود و ربٰو کا اطلاق نہیں ہوتا) اور دیگر دلائل پیش کیے۔

حدیث لَارِبَا بَیۡنَ الۡمُسۡلِمِیۡن الخ اور غیر مسلم ملک میں سودی کاروبار کے جواز کے دلائل السیر الکبیر (۱۲) کتاب المبسوط لشمس الدین السرخسی (۱۳) المختصر للقدوری (۱۴) الہدایۃ (۱۵) فتح القدیر (۱۶) البنایۃ فی شرح الہدایۃ (۱۷) نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ (۱۸) کنزالدقائق (۱۹) البحر الرائق (۲۰) تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق (۲۱) الفتاویٰ الہندیۃ المعروف بالفتاویٰ العالمکیریۃ (۲۲) ردالمحتار (۲۳) اور الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ (۲۴) میں موجود ہیں۔

حدیث لَارِبَا بَیۡنَ الۡمُسۡلِمِیۡن الخ کی تحقیق

حدیث لَارِبَا بَیۡنَ الۡمُسۡلِمِیۡن الخ، سنداً مرسل ہے اور لفظًا و متنًا مشہور ہے، اِس حدیث کے راوی حضرت امام مکحول بن ابی مسلم شامیؒ ہیں۔ اس حدیث کو امام اَبوحنیفہؒ نے امام مکحول سے روایت

کیا ہے۔ غیراسلامی ملک میں سودی لین دین کے جواز کی سب سے اہم دلیل یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مرسل کی تعریف، حدیث مُرسل کی حجیت اور امام مکحولؒ کے حالات بارے میں کچھ اہم اور بنیادی معلومات قارئین کے سامنے پیش کی جائیں۔

حدیث مُرسَل کی تعریف:

حدیث مُرسَل، ایسی حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند کے اخیر سے تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو گیا ہو، جیسے کوئی تابعی حدیث روایت کرتے ہوئے صحابی کا نام ذکر نہ کرے اور کہے:

قالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم كذا أو فعَلَ كذا(۲۵). قَالَ ابوحنيفة حدَّثناَ مَكحُولُ عن رسُولِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم.

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام مکحول نے ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی یہ حدیث بیان کی۔ امام مکحولؒ صحابی نہیں ہیں، بلکہ اِن کا شمار صغار تابعین میں سے ہوتا ہے۔

حدیث مُرسَل کی حجیت:

احناف اور مالکیہ کے ہاں حدیث مُرسَل، قابل حجت ہے بشرطیکہ رواى ثقہ ہو اور راوی کا تعلق قرن ثانی یا قرن ثالث سے ہو(یعنی راوی تابعی ہو یا تبع تابعین میں سے ہو)۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک ایسے راوی کی مرسل روایت قابل حجت ہے اور اس سے استدلا ل بھی کیا جا سکتا ہے (۲٦)۔ پہلے تین قرنوں میں اہل خیر و برکت اور اہل علم و دانش کی کثرت تھی، کوتاہ بینی، ناسمجھی اور فتنہ فساد کی راہیں مسدود تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قرون کے مسلمانوں کو خیر و بہتر قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُ اُمَّتِي قَرنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُم.(۲۷)

بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر دوسرے زمانہ کے لوگ پھر تیسرے زمانہ کے لوگ۔

امام مکحولؒ کے حالات:

امام مکحولؒ کے والد کا نام شہراب اور دادا کانام شاذل تھا۔ اِن کے دادا، شاذل کا تعلق ہرات سے تھا، انہوں نے کابل کی شاہی خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کی، شادی کے کچھ وقت بعد شاذل

فوت ہو گیا، اُس وقت اُن کی بیوی حاملہ تھی، شوہر کی وفات کے بعد اُن کی بیوی اپنے میکے (کابل) واپس آ گئی جہاں شہراب کی پیدائش ہوئی، شہراب کی تعلیم و تربیت اور نشوونما اپنے ننھیال میں ہوئی اور کابل ہی میں اُس کی شادی ہوئی۔ شہراب کے ہاں ایک بچہ کی ولادت ہوئی جس کا نام مکحول رکھا گیا۔

افغانستان کے جہاد میں امام مکحول قید ہو کر آئے تھے، غنائم کی تقسیم میں حضرت سعید بن العاصؓ کے حصہ میں آئے، اُنہوں نے قبیلہ بنوقیس کی ایک عورت کو بطور غلام ہبہ کر دیا بعد میں اُس عورت نے امام مکحول کو آزاد کر دیا(۲۸)۔

امام مکحولؒ فرمایا کرتے تھے مصر میں قیام کے دوران جب مجھے قبیلہ بنوہذیل سے آزادی ملی تو میں نے مصر کو اُس وقت تک خیرباد نہیں کیا جب تک مجھے یہ یقین نہیں ہو گیا کہ جو کچھ یہاں علم تھا وہ میں نے سب حاصل کر لیا، پھر میں مدینہ منورہ آ گیا اور میں نے مدینہ منورہ کو اُس وقت تک نہ چھوڑا جب تک مجھے یہ یقین نہ ہو گیا کہ جو کچھ یہاں علم تھا وہ سب میں نے سن لیا، پھر میری ملاقات امام شعبیؒ سے ہوئی اُن کے برابر کا کوئی عالم و فقیہ میں نے نہیں دیکھا۔ امام مکحولؒ کی وفات ۱۱۳ھ یا ۱۱۸ھ میں ہوئی(۲۹)۔

صحابہ کرامؓ سے حدیث کے سماع کا ثبوت:

حضرت انسؓ بن مالک، حضرت واثِلہ بن الأسقعؓ اور حضرت أبی اُمامہ باہلیؓ، ابو مُرہ الدارمیؓ، أبوسعد عامر بن مسعودؓ الزُرقی، عبد الرحمٰن بن غنمؓ الأشعری، جنادةؓ بن أبی امیّہ، عمر بن نُعیمؓ العَبَسی، جُبیرؓ بن نُفیر، أبو جندل بن سہلؓ، قبیصہؓ بن ذوَیبؓ، اُمؓ أیمن اور اُم الدّرداء رضی اللہ عنہم اجمعین سے امام مکحولؒ کی ملاقات اور حدیث کا سماع ثابت ہے(۳۰)۔

امام مکحولؒ کا علمی مقام

ابن اسحاقؒ کا قول ہے کہ امام مکحولؒ فرمایا کرتے تھے: **طُفتُ الأرضَ فی طلَبِ العِلْمِ،** میں نے حصول علم کے لیے بہت زیادہ سفر کیے ہیں۔ حضرت سعید بن عبدالعزیزؒ کا قول ہے: **کانَ مکحول أفقهُ منَ الزُّهری(۳۱).**

امام شہاب الدین زہریؒ کا قول ہے:

العلماء أربعةٌ، سعید بن المُسیّب بالمدینة وعامرالشعبیؒ بالکوفه والحسن بن أبی

الحسن بالبصرة ومکحول بالشام. و عن سعید :لم یکن فی زمان مَکحول أبصرُ بالفتیا منهُ (۳۲).

عرب میں چار ہی علماء گذرے ہیں: حضرت سعید ابن مسیّبؒ مدینہ منورہ میں، کوفہ میں امام عامر شعبیؒ، بصرہ میں حضرت حسن بصریؒ اور شام میں امام مکحولؒ۔ حضرت سعید فرماتے ہیں: امام مکحول کے زمانہ میں اِن سے بڑا کوئی فقیہ اور مفتی نہ تھا۔

امام مکحولؒ اور مرسل روایات

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

أرْسَلَ عَنِ النبی ﷺ أحادیث،وأرسَلَ عَن عِدّ ۃ ِ مِن الصَّحابَۃِ لَم یُدْرِکْھُمْ...وروىٰ طائفةٌ مِن قُدماءِ التابعین... وحدَّث عنه الزهری،وربیعة الرّأی، زیدبنُ واقد، ومحمد بن اسحق،وسلیمان بن موسی،وأیوب بن موسىٰ،وقیس بن سعد،وابنُ عون،إسماعیل بن اُمیّة،وحجاج بن أرطاة،وأبوعمرو الأوزاعی...وخلقٌ سواهم،(۳۳)۔

امام مکحولؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے صحابہ کرامؓ سے مُرسَل روایت نقل کرتے ہیں جن سے اِن کی ملاقات ثابت نہیں اور بہت سے کبار تابعین سے براہ راست روایات نقل کرتے ہیں۔ جبکہ امام زہریؒ، امام اُوزاعی وغیرہم کثیر تعداد میں محدثین نے ان سے حدیث کی روایات نقل کیں۔

امام مکحولؒ نے بہت سی احادیث بطور ارسال روایت کی ہیں اِن روایات کو مراسیلِ مکحول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ علامہ علائی لکھتے ہیں:

مکحول الفقیه الشامی،کثیر الإرسال جِدًّا أرسل عن النبی وأبی بکر وعمر وعثمان وأبی عبیدة وسعد بن أبی وقاص وأبی ذر وزید بن ثابت وأبی بن کعب وعائشة وأبی هریرة وعبادة بن الصامت وطائفة آخرین رضی الله تعالىٰ عنهم (۳۴).

امام مکحولؒ کے معروف شاگرد:

مشہور فقہاء امام عبد الرحمٰن بن عمرو اوزاعیؒ، سعید بن عبدالعزیزؒ، عبدالرحمٰنؒ بن یزید بن جابر اور یزیدؒ بن یزید بن جابر امام مکحولؒ کے شاگردوں میں سے ہیں(۳۵)۔

امام مکحولؒ کی ثقات:

فن جرح و تعدیل کے ائمہ نے امام مکحول کی ثقاہت و فقاہت کی شہادت دیتے ہوئے آپ کو ثقہ اور فقیہ قرار دیا ہے۔

سعید بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں: **كَانَ مَكْحُولُ أفقَهُ من الزُّهرى، مكحولٌ أفقه أهل الشام.** امام العجلی فرماتے ہیں: **تابعيٌ ثقةٌ**، اور ابنُ خراش کاقول ہے: **صُدُوقٌ (۳٦)**۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں: **فمكحولٌ فقِيُهٌ ثِقَةٌ والمُرُسَلُ من مثلِه مقبولٌ (۳۷)**۔

حدیث لاربا بین المسلم الخ، اور فقہائے احناف:

علامہ سرخسیؒ اور علامہ عینیؒ، **لاربا بين المسلم** پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عن مكحول عن رسول الله ﷺ قالَ: لاربا بين المسلمين وبين أهل الحربِ فى دارالحرب، وهذا الحديث وَإنُ كانَ مُرسَلاً،فمكحولٌ فقِيُهٌ ثِقَةٌ والمُرُسَلُ من مثلِه مقبولٌ وهوَ دَلِيُلٌ لأبى حنيفةَ ومحمد فى جواز بيع المسلمِ الدرهمَ بالدرهمَيُنِ مِنَ الحَربِى فى دارالحرب وعند أبى يوسف والشافعى رحمهمااللّٰهُ لايَجوزُ(۳۸)۔

امام مکحولؒ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں اورغیر مسلموں کے درمیان دارالحرب/ غیر اسلامی ملک میں سودی لین پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا، یہ حدیث اگرچہ مُرسل ہے، چونکہ مکحولؒ فقیہ اور ثقہ ہے اِس قسم کے فقہاء کی مُرسل روایات قابل قبول ہیں۔

امام اَبی حنیفہؒ اور امام محمدؒ نے اِسی حدیث سے استنباط کرتے ہوئے غیرمسلم ملک میں مسلمانوں کے لیے کافر کے ہاتھ ایک درہم کو دو دراہم کے عوض بیچنے کو جائز قرار دیا ہے، امام ابویوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

حدیث لارِبَا اور غیرمسلم ملک میں سودی معاملات کے جواز کے بارے میں، فتح القدیر، **المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى**، فتاویٰ عالمگیری اور الموسوعۃ الکویتیۃ میں درج ذیل انداز سے بحث کی گئی ہے:

لاربا بَين المسلم والحَربى فِى دارالحربِ، هذا قولهما، وقالَ ابويوسف رحمه اللّٰهُ تعالىٰ:يثبتُ بَينهُما الرِّبا فى دارالحرب، وكذا إذا دخلَ إليهِم مسلمٌ بأمانٍ فباع مسلمٌ

أسلمَ فی دارالحرب ولم یُهاجِر إلینا جاز الربا معه عند أبی حنیفة رحمه اللّٰهُ تعالیٰ، وقال أبویوسف ومحمد رحمهما اللّٰهَ تعالیٰ لایَجُوزُ...وکذلک لو أسلما ولَمْ یُهَاجِرا إلَیْنَاکذا فی النهر الفائق وَإذا تَبَایَعا بَیعًا فاسِدًا فی الحربِ فَهُوَ جائزٌ عندَ أبی حنیفة ومحمدٍ رحمَهُما اللّٰهُ تعالیٰ وقال أبویوسف رحمه اللّٰهَ تعالیٰ لایَجُوزُ.

اذا دَخَل مسلمٌ أو ذمیٌّ فی دارالحرب بأمانٍ أو بغیره وعقد مع الحربی عقد الربا بأن إشتریٰ درهماً بدرهمَیْنِ أو درهماً بدینارٍ إلی أجلٍ معلوم أو با ع منهم خمرًا أو خنزیراً أو میتةً أو دمًا بمالٍ فذلک کلُّهُ جائزٌ، وقال أبویوسف لایجوزُ بین المُسلمِ وَ أهل الحربِ فی دار الحربِ إلّا ما یجوزُ بین المُسلمین والصحیح قولهما(٣٩)۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک غیر اسلامی ملک میں، مسلمان اور کافر کے درمیان سودی لین پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا جبکہ امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں سود ثابت ہو گا اور اِسی طرح اگر کوئی مسلمان ویزہ لے کر غیر اسلامی ملک گیا ہو اور اُس نے وہاں مُقیم کسی مسلمان کے ساتھ سودی لین کا معاملہ کیا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ معاملہ بھی سود کے زمرے میں نہیں آتا۔ جبکہ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ یہ معاملہ بھی سود کے زمرے میں آتا ہے۔

النہرالفائق میں ہے کہ اگر دو ایسے مسلمانوں نے جنھوں نے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی غیرمسلم ملک میں بیع فاسد کا لین دَین کیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک یہ معاملہ جائز ہوگا جبکہ امام ابویوسفؒ فرماتے یہ معاملہ جائز نہیں ہوگا۔

کوئی مسلمان یا ذمی اجازت لے کر یا بغیر اجازت کے کسی غیر اسلامی ملک میں گیا ہو اور اُس نے وہاں جا کر کسی کافر سے سودی معاملہ کیا، مثلاً ایک درہم کے بدلے دو درہم خریدے یا ایک درہم کے بدلے ایک دینار کی ادھار خرید و فروخت کی یا وہاں کے کافروں کے ہاتھ شراب، خنزیر، مردار یا خون کو مال کے عوض فروخت کیا تو اِس طرح کے تمام معاملات جائز ہیں اور امام ابویوسفؒ کا قول ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان خرید و فروخت سے متعلق صرف وہی معاملات جائز ہوں گے جو مسلمانوں کے ہاں آپس میں جائز ہوتے ہیں، اِس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہی صحیح ہے۔

علامہ مرغینانیؒ حدیث لاربا بین المسلم کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولنا قوله علیه الصلاة والسلام: لاربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب ،وَلأَنَّ مالَهُم

مُباحٌ، فی دارھم فبأی طریقٍ أخذہُ المُسلِمُ أخذَ مَالاً مُباحًا،اذا لم یکُن فیہِ غَدْرٌ(۴۰).
ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان غیر مسلم ملک میں سودی کاروبار پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ مسلمان کے لیے غیر مسلم کا مال مباح ہے جس طرح چاہے حاصل کر سکتا ہے، بشرطیکہ کہ اُس میں دھوکہ و فراڈ کی کوئی صورت نہ ہو۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی کا موقف بھی یہی ہے کہ غیرمسلم ملک میں غیرمسلم کے سودی کاروبار سود کے زمرے نہیں آتا۔ شرح مشکل الآثار میں ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ، ابراہیم نخعیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔

ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے: **لابأس بالدینار بالدینارَیْنِ فی دارالحرب بین المسلمین وبین أھل الحرب**، مسلمان کے لیے غیرمسلم ملک میں ایک دینار کی دو دینار کے بدلے خرید و فروخت کی میں کوئی حرج نہیں(۴۱)۔

عدم جواز کے قائلین فقہائے پاک وہند کی تحقیقات

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا نذیر حسین دہلویؒ اور ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ، کی تحقیقات اور فتاویٰ پیش خدمت ہیں:

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ:

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ(۴۲) نے غیر اسلامی ملک میں کافروں سے سود لینے کے عدم جواز کا فتویٰ انتہائی اختصار کے ساتھ دیا، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں: کفار سے بھی سود لینا درست نہیں، فقط واللہ اعلم(۴۳)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ:

مولانا اشرف علی تھانویؒ(۴۴) کی تحقیق یہ ہے کہ غیراسلامی ملک میں حربیوں سے سودی معاملات کی اجازت نہیں ہے، سود لینا دینا خواہ دارالاسلام میں ہو خواہ غیرمسلم ملک میں ہو دونوں صورتوں میں حرام اور ممنوع ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی یہ تحقیق **رسالۃ رافِعُ الضَنک عن مُنَافِعِ البنک** کے عنوان سے موجود ہے۔ جس میں آپ نے صراحت کی ’’یہ رسالہ بنک وغیرہ سے سود لینے کے مسئلہ میں میری آخری تحقیق ہے، اگر میری کوئی تحریر اِس کے خلاف دیکھی جاوے وہ سب اِس سے منسوخ

یعنی مرجوع عنہ ہے''(۴۵)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تحقیق کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

''مسئلہ ربوا بین المسلم والحربی مختلف فیہ ہے۔ امام صاحبؒ اور امام محمدؒ چند قیود کے ساتھ جواز کی طرف گئے ہیں اور ابو یوسفؒ اور ائمہ ثلاثہؒ عدم جواز کی طرف... قائلین بالجواز کے نزدیک چند قیود ہیں:

۱۔ وہ محل دارالحرب ہو۔

۲۔ معاملہ ربوٰ کا حربی سے ہو۔

۳۔ مسلم اصلی سے نہ ہو اور نہ ذمی سے ہو۔

۴۔ مسلم اصلی وہ ہے جو دارالحرب میں آنے کے قبل اسلام لایا ہو،خود یا تبعًالِلآباء.

۵۔ معاملہ کرنے والا وہ مسلم ہو جو دارالاسلام سے دارالحرب میں امن لے کر آیا ہو۔

۶۔ یا وہ مسلم ہو جو غیر اسلامی ملک ہی میں اسلام لایا ہو وہ مسلم اصلی نہ ہوجو خود دارالحرب میں رہتا ہو...''

''جب جانبین کے دلائل پر نظر کی گئی تو امام ابو یوسفؒ کے دلائل قوی ہیں۔ اِن میں سے صرف ایک دلیل ذکر کرتا ہوں آیات تحریم ربوٰ میں ارشاد ہے:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ [البقرۃ:۲۷۸]

اور ظاہر ہے کہ اِس بقیہ ربوٰ کا معاملہ جس وقت ہوا ہے لینے والے سب حربی تھے تو تحریم کے بعد اگر حربی سے ایسا معاملہ جائز ہوتا تو تحریر کے قبل تو بدرجہٗ اولیٰ جائز ہوتا اور وہ رقم حلال ہوتی تو اس کا ترک کرنا کیوں فرض ہوتا اور یہ نص قطعی ہے۔

طرفین یعنی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یا خبر واحد ہے یا قیاس جو کہ ظنی ہیں اور قطعی کی تقدیم کا وجوب ظنی پر اجماعی ہے اور دلالۃً یہ احتمال بھی ہے یہ نفی نہی کے لیے ہو جیسا کہ قرآن مجید

﴿ فَمَنْ فَرَضَ فِیْھِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ﴾ [البقرۃ:۱۹۷]

میں بعینہٖ یہی معنی ہیں، چونکہ حربی کے مال غیر معصوم ہونے سے شبہ اِس کے جواز کا ہو سکتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس جواز کی نفی فرما دی ہو(۴۶)۔

مولانا نذیرحسین دہلویؒ:

مولانا نذیرحسین دہلویؒ (۴۷) نے اِس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔ اُن کا موقف یہ ہے کہ سود لینا اور دینا خواہ دارالاسلام میں ہو خواہ غیرمسلم ملک میں بہر صورت حرام اور ممنوع ہے۔ مولانا نذیرحسین دہلویؒ کا یہ بھی کہنا ہے کہ: جہاں تک احناف کی طرف سے پیش کی جانے والی حدیث **لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب** کا تعلق ہے تو واضح رہے یہ حدیث شتر بے مہار کی طرح ہے نہ اس کی سند متصل ہے اور نہ ہی متن متفق ہے کیونکہ کہیں **لاربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب** ہے تو کہیں **لاربا بین اھل الحرب و اھل الاسلام**۔

مولانا نذیرحسین دہلویؒ کی تحقیق یہ ہے کہ: یہ حدیث متقدمین اور متأخرین محدثین میں سے کسی کے نزدیک بھی ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی **الدرایة فی تخریج احادیث الھدایة** میں صراحت کی ہے، کہ اس حدیث کو میں نے نہیں دیکھا۔ اہم اور غور طلب بات یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن اُس پر عمل نہیں کیا اگر اُن کے نزدیک قابلِ اعتماد ہوتی تو اُن کا خود اس پر عمل ہوتا۔ امام ابو یوسفؒ کا فتویٰ اور عمل بھی شاہد ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

مولانا نذیرحسین دہلویؒ لکھتے ہیں:

''دوسرا امر یہ کہ دارالحرب میں سود لینا حرام ہے یا حلال سو اب اِس مسئلہ کی تحقیق کما حقہ بیان کی جاتی ہے۔ پس سنو! فی الواقع متن حنفی میں مذکور ہے کہ سود لینا دارالحرب میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔ بدلیل اِس حدیث کے کہ **لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب.** لیکن یہ حدیث مانند شتر بے مہار کے ہے۔ کیونکہ یہ حدیث نزدیک محدثین متقدمین و متأخرین کے ثابت نہیں ہوئی۔ اِسی واسطے حافظ ابن حجر عسقلانی، صاحبِ فتح الباری نے درایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں کہا ہے کہ حدیث:

> **لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب،لم أجده لکن ذکره الشافعی ومن طریقه البیهقی قال قال أبویوسف إنما قال أبوحنیفة هذا لأنَّ بعض المشیخة حدثناعن مکحول عن رسُولِ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلم قال:لاربوا بین أهل الحرب، أظنه قال واهل الإسلام انتهی، ما فی درایة.**

اِس مقام میں بہت غور کرنا چاہیے کہ امام ابو یوسفؒ نے اِس حدیث کو نقل کر دیا اور آپ اِس پر عمل نہ کیا۔ کیونکہ اِن کے نزدیک قابلِ اعتماد نہ ہوئی اور فی الواقع یہ حدیث مثل شتر بے مہار کے ہے۔ اِس لیے کہ نہ سند متصل درمیان راوی مروی عنہ کے درجہ بدرجہ باسامی رواۃ پائی جاتی ہے اور نہ متن متین کہ **لاربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب**، متن صحیح ہے یا **لاربوا بین أھل الحرب وأھل الإسلام** متن صحیح ہے؟

ظاہر ہے کہ اہل حدیث کے نزدیک خبر معلق بلا اسناد و تعدیل مبہم مقبول نہیں، جیسا کہ شرح نخبۃ الفکر و تدریب الراوی شرح تقریب النواوی میں مذکور ہے۔ بالجملہ از روئے قواعد اہل حدیث و فقہ کے بمقابلہ نص قرآنی کے حدیث **لاربوا بین المسلم الخ** قابل اعتماد و استدلال کے ہر گز نہیں ہو سکتی نزدیک علمائے اہل فطانت و دیانت کے۔ بالفرض اگر حدیث مذکور ساتھ سند صحیح کے بھی پائی جاتی ہو۔ تاہم زیادت ساتھ خبر واحد کے نص قطعی قرآن پر ہر گز جائز نہ ہوگی....

اب آگے سنو! کہ امام صاحب بواسطہ حدیث مذکور کے ربوا لینا دارالحرب ملک میں جائز رکھتے ہیں، نہ کہ دارالاِسلام میں اور ہندوستان شرقاً و غرباً موافق شروط قرار دادہ امام صاحب کے دارالحرب نہیں۔ پس امام صاحب کے نزدیک بھی سود لینا ہندوستان و بنگالہ میں حرام و ناجائز ہو گا، کیونکہ دارالاسلام ہے تو اِس صورت میں نزدیک تمام اہل حدیث و فقہ ... جاننا چاہیئے کہ سود کا لینا دینا خواہ دارالاسلام میں ہو خواہ دارالحرب ملک میں حرام اور ممنوع ہے، نزدیک امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابویوسفؒ اور جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے، کیونکہ قرآن، حدیث اور اجماع صحابہؓ سے حرمتِ ربوٰ ثابت ہے قطعاً، مگر امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ فرماتے ہیں کہ دارالحرب میں کافر حربی سے سود لینا درست ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے''(۴۸)۔

ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ:

ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ(۴۹) بھی دارالحرب / غیر مسلم ملک میں کفار سے سودی لین دین کے عدم جواز کے قائل ہیں، انہوں نے اپنے فتویٰ میں کوئی نئی بات نہیں کہی، فتاویٰ نذیریہ میں موجود مولانا نذیر حسینؒ دہلوی کا تفصیلی فتویٰ نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے(۵۰)۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ

مفتی محمد شفیعؒ صاحب(۵۱) کی تحقیق یہ ہے کہ غیرمسلم ملک میں مقیم غیرمسلموں سے سود لینا جمہور

فقہاء کے نزدیک حرام ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ صاحب کا کہنا ہے کہ: بعض فقہاء سود لینے کے جواز کے قائل ہیں لیکن سود دینا کسی بھی حال میں جائز نہیں اور اگر سود لے کر صدقہ کرنے کا ارادہ ہو تو بھی درست نہیں کیونکہ صدقہ کرنے کی نیت سے، جس طرح چوری کرنا ڈاکہ ڈالنا جائز نہیں اِسی طرح سود لینا بھی جائز نہیں۔

مفتی صاحب نے اگرچہ غیرمسلم ملک میں حربیوں سے سُود لینے کے جواز و عدمِ جواز کے بارے میں ائمہ مجتہدین کے دونوں اقوال ذکر کر دیے ہیں۔ لیکن انہوں نے ساتھ ساتھ اس امر کی بھی صراحت کر دی ہے کہ قرآن و سنت میں جس قدر سود کی حرمت سے متعلق وعیدیں آئی ہیں وہ ہر اعتبار سے قطعی ہیں انہیں دیکھ کر کوئی مسلمان جرأت بھی نہیں کر سکتا کہ جس معاملہ میں سود کا احتمال ہو اس کے پاس جائے۔ اِن نصوصِ قطعیہ کو سامنے رکھتے ہوئے سود کے شبہہ سے بھی بچنا چاہیئے۔

مفتی محمد شفیعؒ صاحب لکھتے ہیں:

''دارالحرب کے کفار سے سود لینا بھی جمہور ائمہ و علماء کے نزدیک حرام ہے۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل اور ائمہ حنفیہ میں سے امام ابویوسفؒ اسی حرمت کے قائل ہیں۔ البتہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ سے دارالحرب میں اس کا جواز منقول ہے اور طحاویؒ نے مشکل الآثار میں سفیان ثوریؒ اور ابراہیم نخعیؒ کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے۔ پھر بھی بعض مشائخ نے یہ شرط لگائی ہے کہ سود لینا جائز ہے دینا جائز نہیں......''۔

پھر امام صاحب کے قول کا بھی بہت سے علماء محققین نے ایسا مطلب بیان کیا جو جمہور کے خلاف نہیں رہتا۔ نیز ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ نیز سود کے متعلق قرآن و حدیث میں جس قدر وعیدیں آئی ہیں جو ہر اعتبار سے قطعی ہیں اُن کو دیکھ کر بھی کوئی مسلمان اِس کی جرأت نہیں کرتا۔ جس معاملہ میں سود کا احتمال بھی ہو اِس کے پاس جائے کیونکہ حدیث میں ہے کہ سود کے معاملہ میں بہت قسم کے گناہ آدمی کو ہوتے ہیں جس میں ادنیٰ گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔ نیز حدیث میں ہے کہ سود سے جو آدمی درہم حاصل کرے وہ چھتیس زنا سے بھی بدتر ہے۔

اِس لیے صحابہ و تابعین اور ائمہ اسلام نے اِس بارہ میں ہمیشہ احتیاط کی جانب کو اختیار کیا ہے۔ خود حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں: سود کو بھی چھوڑ دو اور اس کے شبہ کو بھی نیز شعبیؒ حضرت فاروق اعظم سے روایت فرماتے ہیں: کہ ایک چیز کے نو حصے حلال ہوں مگر دسویں میں سود کا شبہ ہو، تو ہم

ان نو حلال حصوں کو بھی سود کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں۔

لہذا کفار کے بینکوں سے سود لینے کے متعلق بھی علمائے محققین کا فتویٰ بنظر احتیاط اِسی پر ہے کہ جائز نہیں ہے۔ اب رہا یہ امر کہ کوئی شخص روپیہ محض بغرض حفاظت بنک میں جمع کرے سود لینے کا ارادہ نہیں تو یہ بھی گناہ ہے اِس واسطے کہ اِس میں اعانت ہے سود خواروں کی اور کفار کی اور اِن کی اعانت بالقصد حرام ہے۔ حدیث میں اُس شخص پر لعنت آئی ہے جو سود خوار کی اعانت معاملہ سود میں کرے۔

اگر سود لے کر صدقہ کرنے کا ارادہ ہو تو بھی درست نہیں کیونکہ صدقہ کرنے کی نیت سے جس طرح چوری کرنا ڈاکہ ڈالنا جائز نہیں اِسی طرح سود لینا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی غلطی سے سود لے لیا یا روپیہ بینک میں جمع کر دیا اور اِس کا سود بینک میں جمع ہو گیا تو اب اس کو بینک میں چھوڑنا نہ چاہیے.... بلکہ لے کر اِس کا صدقہ کر دینا واجب ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اِس صدقہ میں ثواب کی نیت نہ کرے ورنہ الٹا گناہ ہو گا بلکہ محض یہ سمجھ کر صدقہ کرے کہ میں اِس خبیث آمدنی سے بری ہو جاؤں۔ اِس نیت سے اِس کو صدقہ کا نہ سہی مگر ایک گناہ سے باز آنے کا ثواب بھی مل جائے گا(۵۲)۔

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ:

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ(۵۳) کی بھی تحقیق یہی ہے کہ غیرمسلم ملک میں کفار سے سود لینا حرام ہے۔ اِسی طرح بینک، انشورنس کمپنیوں میں ملازمت کرنا بھی حرام و ناجائز ہے۔ البتہ مفتی صاحب غیرمسلموں کی شراب کی دکانوں پر ملازمت کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ مفتی صاحب نے یہ تو لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قول کا بعض علماء نے ایسا مطلب بیان کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ بھی جمہور فقہائے کرام کی طرح دارالحرب میں کفار سے سود لینے کو حرام سمجھتے ہیں۔ مگر اُس توجیہ کا ذکر نہیں کیا جس کا انہوں نے حوالہ دیا۔

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

''دارالحرب ملک میں کفار سے سود لینا عندالجمہور حرام ہے، ائمہ ثلاثہ اور احناف سے امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ حرمت کے قائل ہیں، البتہ امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے دارالحرب میں سود لینے کا جواز منقول ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا بھی بعض علماء نے ایسا مطلب بیان کیا ہے کہ جمہور کے خلاف نہیں رہتا، یعنی امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حرمت ہی ہے۔

قرآن میں سود خوروں سے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ ہے، حدیث میں بھی ربوٰ سے متعلق اِس قدر سخت وعیدیں آئی ہیں کہ انہیں دیکھ کر کوئی مسلمان شبہہٗ ربوٰا پر جرأت نہیں کر سکتا۔

بینک، انشورنس اور دوسرے سودی اداروں میں ملازمت ناجائز ہے، اِس لیے کہ سود کفار کے لیے بھی حرام ہے۔ ایسے اداروں میں ملازمت کرنا اعانت علی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَان(المائدۃ :۲)۔ حرمت اُجرت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اُجرت حرام مال سے ہے۔ شراب کا کاروبار اگر کافر کر رہا ہو تو اس میں مسلمان کے لیے ملازمت کی گنجائش ہے، کیونکہ اِن کے ہاں شراب حلال ہے، البتہ شراب کی خرید و فروخت اور کسی کو پینے کے لیے دینا مسلمان کے لیے حلال نہیں''(۵۴)۔

سودی لین دین کے جواز کے قائلین فقہائے کرام

غیرمسلم ممالک میں غیرمسلموں سے سودی لین دین کے جواز کے قائلین میں سے علامہ عبد الحیٔ لکھنویؒ، مولانا ارشاد حسین رامپوریؒ، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ، مفتی شاہ محمد مظہراللہؒ، مفتی کفایت اللہؒ، مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، مفتی محمد امجد علی اعظمیؒ، مولانا مفتی ابو الخیر محمد نور اللہؒ، نعیمی، بصیر پوری، صاحبزادہ اقتدار احمد خان قادری اشرفی، مفتی جلال الدین کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

علامہ عبد الحی لکھنویؒ:

مولانا عبد الحی لکھنویؒ(۵۵) غیرمسلم ممالک میں غیرمسلموں کے ساتھ سودی لین دین کے جواز کے بارے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دارالحرب میں حربیوں سے سُود لینا جائز ہے وکیل وصول کرے یا مؤکل کیونکہ نائب مثل منیب کے ہے **فی الدر المختار ولا ربا بین حربی و مسلم مستأمن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لانّ مالہ مباح فیحل برضاہ مطلقاً بلاعذر**...الخ، یعنی مسلمان اور حربی کے درمیان ربوا نہیں ہے اگرچہ عقد فاسد ہو یا قمار ہو کیونکہ مال حربی دارالحرب میں مباح ہے پس اُس کی رضامندی سے اُس کا مال ہر حال میں مطلقاً مباح ہے۔ امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ اس کے خلاف ہیں اور ردالمختار میں ہے کہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے پوشیدہ نہیں ہے کہ اسی دلیل سے اُس عقد کی صحت ظاہر ہوتی ہے، جس میں مسلم کو نفع پہنچے ربوا اس سے عام ہے کیونکہ اُس صورت کو بھی شامل ہے جب ایک درہم کی بیع بمعاوضہ دو درہموں کے ہو مسلم و کافر دونوں کی جانب سے۔

سیر کبیر اور اُس کی شرح میں ہے، جب مسلمان غیراسلامی ملک میں امان لیکر داخل ہو تو اُس میں کچھ حرج نہیں کہ جس طریقے پر چاہے کافروں سے اُن کا مال اُن کی رضامندی سے وصول کرے کیونکہ اُس نے مال مباح کو حاصل کیا ہے بلا کسی غدر کے تو یہ اُس کے لیے درست ہو گا ... اگر مسلمان نے ربوا کا معاملہ حربی کے ساتھ دارالاسلام میں کیا اور اپنے وکیل کو قبضہ کرنے کے لئے دارالحرب ر غیرمسلم ملک میں بھیجا تو جائز نہیں ہے کیونکہ ربوا کا معاملہ دارالاسلام میں ممنوع ہے اور اگر دارالحرب میں کیا تو البتہ جائز ہو گا''

سوال: ہندوؤں سے سُود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں ہے کیونکہ دارالاسلام میں سود لینا اور دینا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ البَيْعَ وَحرَّمَ الرِّبٰو﴾ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام اور اہل ذمہ معاملات میں مثل اہل اسلام کے ہیں۔ نصاب الاحتساب میں ہے... شراب اور سؤر کے احکام میں اور محرموں سے نکاح کرنے اور خدا کے علاوہ دوسروں کے عبادت کرنے کے سوا اہل ذمہ کا حال ہے مسلمانوں کا ایسا ہے جس سے مسلمان روکے جائیں گے اُس سے اہل ذمہ بھی روکے جائیں گے''(۵۶)۔

مولانا ارشاد حسینؒ:

مولانا ارشاد حسینؒ(۵۷) کی تحقیق بھی یہی ہے کہ دارالحرب ر غیرمسلم ملک میں کافروں سے سود لینا جائز ہے اور ان کا موقف یہ ہے کہ غیرمسلم ملک میں مسلمان اور غیرمسلموں کے درمیان سودی معاملات میں جو منافع ہوتا ہے اُس پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کہ حقیقت میں وہ سود ہی نہیں ہے۔ مولانا ارشاد حسینؒ لکھتے ہیں:

''دارالحرب ملک میں کافروں سے سود لینا جائز ہے اور حقیقت میں وہ سود ہی نہیں ہے بلکہ مال کافروں کا واسطے اہلِ اسلام کے مباح ہے سوائے غدر کے جس طور سے لیا جاوے جائز ہے۔

فی الدر المختار ولا ربا بین حربی و مسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لانّ مالہ مباح فیحل برضاہ مطلقاً بلاعذر انتھی ، وفی السیر الکبیر و شرحا اذا دخل المسلم دارالحرب بامن فلا باس بان یاخذ اموالھم بطیب انفسھم بایِّ وجہ کان لانہ انما اخذ المباح علی وجہ غیر من الغدر فیکون ذالک طیبا لہ انتھیٰ واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم''(۵۸).

اعلیٰ حضرت مفتی احمد رضا خان بریلویؒ:

اعلیٰ حضرت مفتی احمد رضاخان بریلویؒ(۵۹) نے غیرمسلم ملک میں حربیوں سے سُود لینے کے جواز کا فتویٰ دیا۔ حدیث **لاربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب** اور امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی آراء سے استدلال کیا، اعلیٰ حضرت کا طرز استدلال سب سے منفرد ہے۔

اعلیٰ حضرت کا استدلال یہ ہے کہ یہ حدیث **لاربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب** کس درجہ کی ہے؟ اس میں شک نہیں کہ حدیث احاد ہے جو آیت کریمہ **"اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا"** کا مقابلہ نہیں کرسکتی، کیونکہ یہ آیت حرمت ربوا پر دلیل قطعی ہے اور حرمت بھی علی الاطلاق ہے۔ لہذا دلیل ظنی اس کے اطلاق کو کیسے ختم کر سکتی ہے؟ اور اس میں تقیید کیسے پیدا کر سکتی ہے؟ لیکن جب اس کی علت پر نظر جاتی ہے تو امام ابوحنیفہ کا موقف قوی معلوم ہوتا ہے اور اس مسئلے کا سود سے کوئی تعلق ہی نظر نہیں آتا۔

علت یہ کہ غیرمسلم ملک میں غیرمسلم کا مال غیرمعصوم ہوتا ہے، جسے مسلمان اس کی رضامندی سے کسی بھی صورت میں لے سکتا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ تو اس صورت میں درحقیقت اپنے مال کے عوض کچھ زیادتی لینی نہ ہوئی بلکہ غیرمسلم کی رضا مندی سے اس کا زائد مال کو لینا ہوا جو بالاتفاق جائزہے۔ اگرچہ اُس زیادتی کو سود کا نام ہی کیوں نہ دیا جائے سود کہا جائے، ہاں اس صورت میں لینے والا اس کو سود سمجھ کر نہ لے کہ یہ ممنوع ہے بلکہ یہ سمجھ کر لے کہ غیرمسلم سے اس کی رضامندی کے ساتھ اس کے مباح مال میں سے ایک حصہ لیا ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ نے اِس موضوع پر مدلل ومفصل بحث کی ہے۔ جس میں بہت سے علمی نکات بیان ہوئے قارئین کے علی استفادہ کے لیے چند اہم اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ اگرچہ طرز تحریر قدیم اور قدرے مشکل ہے کیونکہ اردو عبارات میں عربی و فارسی جملے اور تراکیب کا استعمال بکثرت موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت احمد رضاخان بریلویؒ لکھتے ہیں:

''سود قطعی حرام و کبیرۂ عظیمہ ہے جس کا لینا کسی حال میں روا نہیں ہو سکتا مگر حقیقۃً سود لینا ہو یا سود لینے کی نیت کو ایسا قصد معصیت ہی معصیت ہے۔ اگر یہ فعل واقع میں معصیت نہ ہو جیسے شربت براہ غلط شراب سمجھ کر پینا کہ وہ حقیقۃً حلال سہی پر یہ تو اپنے نزدیک مرتکب گناہ ہوا..... لہذا علماء فرماتے ہیں:

لا ربابین المولٰی وعبدہ لان العبد وما فی یدہ ملک لمولاہ فلایتحقق الربا وکذا لا ربا بین شریکی المفاوضۃ وکذا العنان کما فی الھدایۃ والدر وغیرھما ...

درمختار میں ہے:

وَالأَصْلُ أَنَّ الْمُسْتَحِقَّ بِجِهَةٍ اِذَا وَصَلَ اِلَى الْمُسْتَحِقَّ بِجِهَةٍ اُخْرىٰ اُعْتُبِرَ وَاصِلاً بِجِهَةٍ مُسْتَحَقَّةٍ اِنْ وَصَل اِلَيهِ مِنَ الْمُسْتَحَقِّ عَلَيْهِ.

یہاں تک کہ علمائے تحصیل مال مباح جس سے پہلے سے اس کا کوئی حق متقرر نہیں بحیلہ نام طرق ممنوعہ مثل ربا و قمار وغیرہما رکھی بشرطیکہ وہ طریقہ صاحبِ مال کہ رضامندی سے برتا گیا ہو یعنی لوث غدر سے پاک و جدا ہو۔

كَمَا نصُّوا علَيْهِ فی رِبا المُسْتَأمَن وَمقامرۃ الأسیر. فی در مختار عن السیر الکبیر وشرحه اذا دخل المسلمُ دارالحرب ملکبأمانٍ فلابأسَ بأن یأخذَ مِنهُمْ أموالَهُمْ بِطِیب أنفسِهِمْ بأی وجهٍ کان لأنَّهُ إنّمَا أخذَ المباحَ علی وجهٍ عَریٰ عَنِ الغَدْرِ فیکونُ ذالک طَیّبًا لهٗ والأسیرُ والمُستأمَنُ سواءٌ حتی لوباعُوا دِرهماً بدرهمَیْنِ أو بَاعَهُم مَیْتَةً بِدَراهِم أواَخذ مالاً مِنهُم بطریقِ القِمارِ فَذَالِکَ کُلُّهُ طَیّبٌ لهٗ.

حضرت امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفار مکہ سے بنام شرط باجازت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مال حاصل فرمانا، حالانکہ شرط شرعاً روا نہیں دلیل واضح ہے کہ نامِ ناجائز، امر جائز کو ناجائز نہیں کر دیتا .....تو احیائے حق ثابت مجرد کسی اسم بے مسمی کے باعث کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے؟

زیادت ایضاح مقام یہ ہے کہ اصل حکم حقائق پر ہے نہ الفاظ پر مثلاً کوئی شخص اپنا قرض، مدیون سے واپس لے اور اُس کا نام ربا رکھے تو وہ ربا یا حرام نہ ہو جائے گا۔ یا دوقسم کے قرض ہوں ایک کی قسطوں کے ساتھ دوسرے کا بھی ایک حصہ برضائے مدیون خواہ بحالت انکار بلا رضاء لے لیا کرے تو وہ بھی ہرگز ربا نہیں ہو سکتا اگرچہ بلفظ ربا تعبیر کرے، کیونکہ حقیقت ربا یعنی **فضل خالی عن العوض مستحق بالعقد** اس پر صادق نہیں۔ ہاں اگر یہ اپنی جہالت سے اُسے حقیقتِ ربا سمجھے اور یہی جان کر اس کے لینے کا مرتکب ہو تو اگرچہ سود لینے کا اس پر گناہ نہیں ہے کہ جو اس نے لیا وہ سود عنداللہ نہیں مگر بقصد مخالفت شرع کسی فعل کا کرنا ضرور اس کے حق میں معصیت جداگانہ ہو گا۔ کہ یہ تو اپنے زعم میں حکم الٰہی کے خلاف ہی کر رہا ہے۔

لہذا علماء فرماتے ہیں اگر دُور سے کسی کپڑے کو زَنِ اجنبیہ سمجھ کر بہ نگاہ بد اس کی طرف نظرکرے گا، تو گنہگار ہو گا اگرچہ واقع میں وہ خالی کپڑا ہے کہ یہ تو اپنے نزدیک نافرمانی خدا پر اقدام کر رہا ہے... اور جب یہ دونوں نہ ہوں تو رہا نرا نام تو وہ بھی جب بے ضرورت و حاجت محض بطور لہو و لعب و ہزل ہو مکروہ ہونا چاہیے جیسے اپنی عورت کو ماں یا بہن کہنا کہ اس کے نام رکھنے سے نہ وہ حقیقۃً اس کی ماں بہن ہو جائے گی...۔

کافر حربی کا دارالحرب میں ہونا ضرور نہیں **كما تَشهد به مسائِل المولىٰ والشركاء** صرف انتفائے حقیقت و قصد ربا درکار ہے کہ اس کے بعد نہ عند اللہ ارتکاب حرام نہ اپنے زعم میں مخالفت شرع پر اقدام۔ علماء نے مسئلہ حربی میں قید دارالحرب ذکر فرمائی اس کا منشاء اخراج مستامن ہے کہ اس کا مال مباح نہ رہا۔

ردالمختار میں ہے:

قولهٗ ثمه أى في دارالحرب قيد به لانه لو دخل دارنا بأمان فباع منه مسلم درهَمٌ بدرهمَيْنِ لايجوزُ إتفاقًا ۔ہدایہ میں ہے **لارِبا بَين المسلم والحربى فى دارالحرب بخلاف المستأمن منهم لأنَّ مالَهٗ صارَ محظورًا بعقد الأمان.** فتح القدیر میں ہے **إطلاق النصوص فى المال المحظور وإنَّما يحرمُ على المسلمِ اذا كان بطريق الغَدْرِ فإذا أخذ بغير الطريق المشروعة يكونُ غَدْرًا. . .** .

ان تقریروں سے خوب روشن ہو گیا کہ حاشا للہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہرگز کسی صورت ربوا کو حلال نہ ٹھہرایا یہ غیر مقلدوں کا محض افتراء ہے بلکہ ان مواقع میں کہ حکم جواز ہے وجہ یہ کہ وہ ربوا ہی نہیں اپنا حق یا کوئی مال مباح ایک ذریعہ جائز سے حاصل کرنا ہے اگرچہ بہ ضرورت و مصلحت اس شخص نے اسے کسی لفظ سے تعبیر کیا ہو لہذا علماء ان مسائل میں لاربا فرماتے ہیں نہ کہ **يَحِلُّ الرِّبا والعياذ بالله تعالىٰ.**

تنبیہ: اگرچہ ہمارے کلام سابق سے متبین ہوا کہ مسلم و حربی میں دارالحرب میں نفی ربا بربنائے انتفائے عصمت و وجود اباحت ہے نہ بربنائے انتفائے شرف دار مگر ہم اس مطلب کی مزید توضیح کرتے ہیں۔ **فأقولُ وبالله التوفيق** اگر اس سے یہ مقصود ہو کہ تحریم محرمات بوجہ شرف دار تھی دارالحرب میں کہ یہ شرف مفقود حرمت مفقود و لہذا وہاں غضب و ربا حلال و موجب مِلک ہے تو بدایۃً باطل احکام الہیہ دارٍ دون دارٍ پر موقوف نہیں نہ اختلاف زمین کسی حرام شے کو حلال کر سکتا ہے۔

فإنَّ العِبادَ لِلّٰہِ وَالبِلاد لِلّٰہِ والمُلْک لِلّٰہِ تبارَک الَّذِی نَزَّل الفرقانَ علی عَبدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلمِیْنَ نذِیْرًا وقال اللّٰہُ تعالیٰ وحَیثما کنتم فَوَلُّوْا وُجُوھَکُمْ شَطرالمسجد الحرام وقَال اللّٰہُ : فَاقْتُلُوھُم حیثُ ثَقِفْتُمُوھُم .وَقَال صلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیه وسلم :جُعِلَتْ لِیَ ا لْأَرَضُ مَسْجِدًا وَطُھُوْرًا فأیَّما رَجُلٍ مِن اُمَّتِی أدرکتْهُ الصّلاۃُ فَلْیُصَلِّ....

پس ثابت ہوا کہ کوئی حرام بوجہ انتفائے شرف دار حلال نہیں ہو سکتا تو دارالحرب میں کسی شے حلت فی نفسہ اس کی حلت ہے کہ باختلاف دار مختلف نہ ہوگی۔ ربا وہاں مذکورہ کا حلال ہونا وہ ہرگز اس بنا پرنہیں کہ یہ محرمات وہاں حلال ہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ ان محرمات کی حقیقت عصمت و محظوریت پر مبنی۔ اور وہ وہاں معدوم تو حقیقۃً ان کی حقیقت ہی ان صورتوں میں منتفی اگرچہ مجرد صورت و اسم باقی ہو اورحکم حقیقت پر ہے نہ اسم وصورت پر کمالا یَخفیٰ۔

اگر یہ مقصود ہو، کہ اُمور مذکورہ اگرچہ حقِیْقَۃً محرمات نہیں مگر دارالاسلام میں بوجہ شرف دار، ان کا صرف نام وصورت ہی حرام، تاہم بالیقین باطل کہ بداہیۃً مدار احکام حقائق ہیں نہ اسم بے مُسمّی، ورنہ معاملہ مولی وعبد و شرکاء مفاوضہ و شرکاء عنان کہ اسم مجرد وہاں بھی موجود ہرگز جائز نہ ہوتا نہ مسئلہ ظفر بالحق میں اخذ بالجبر واخذ خُفیۃً کی اجازت ہوتی۔کہ صورت غصب و سرقہ یقیناً ہے گو حقیقت بوجہ عدم محظوری منتفی صورت سرقہ کا جواز تو عبارات سالفہ میں گذرا۔

صورت غصب کی حلت یہ ہے:

قال فی الدر وحیلة الجواز أن یعطی مدیونه الفقیر کأنه ثم یاخذھا عن دَیْنه ولو امتنع المدُیون مدیدۃً واخذھا لکونه ظفر بجنس حقه وبالجملة .

یہ دونوں مقدمے کہ دارالحرب / غیرمسلم ملک حرام کو حلال نہیں کرتی اور دارالاسلام کسی اسم بے مسمی کو حرام نہیں فرماتی۔

تصریحات بے شمار سے واضح و آشکار تو مانحن فیه میں تفرقہ بین دار و دار کی طرف کوئی سبیل نہیں۔صورت غصب و سرقہ و نام عقد فاسد سے فرق ناممکن کہ اگر مجرد اسم وصورت محرم ہو تو غصب و سرقہ کیوں محرم نہ ہوئے اور نہ ہو تو نام عقد فاسد کیوں حرام کرنے لگا بلکہ غصب و سرقہ وعقود فاسد سے اشد و اخبث ہیں۔کہ یہ بعد قبض مفید مِلک ہو جاتے ہیں اگرچہ بروجہ خبیث اور وہ اصلاً مورث مِلک نہیں۔

ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللّٰہ سبحانه وتعالیٰ أعلم وعلمه جل مجدہ أتم

وأحکم"(۶۰)۔

مفتی محمد مظہراللہؒ:

مفتی محمد مظہر اللہ(۶۱) کی تحقیق بھی یہی ہے کہ مسلمان کے لیے غیرمسلم ملک میں غیرمسلم سے اضافی رقم لینا اس وجہ سے جائز نہیں ہے کہ اس سے سود لینا جائز ہے بلکہ اُس کی وجہ یہ ہے کہ غیرمسلم ملک میں غیرمسلم کا مال غیرمعصوم ہوتاہے، لہذا غیرمسلم سے اُس کی رضا مندی سے اضافی رقم لینے پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا۔ مفتی محمد مظہراللہؒ لکھتے ہیں:

''اور فقہاء نے جو تعریف دارالحر ب کی ہے وہ ہندستان پر صادق نہیں آتی اس لئے یہاں حربی سے سود لینا جائز نہیں اور اگر قید اتفاقی بھی مان لی جائے تب بھی قید احترازی کا احتمال یقینی ہے **فاذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال**، پس آیت کریمہ کا حکم اپنے اطلاق پر باقی ہے اور مسلم کو حربی سے مال لینا نہ اس وجہ سے جائزہے کہ اس سے سود لینا جائز ہے بلکہ اس وجہ سے کہ دارالحرب میں اس کا مال غیر معصوم ہے۔ پس جب تک ہندوستان کا دارالحرب ہونا ثابت نہ ہو حربی کے مال کا غیرمعصوم ہونا ہندوستان کے اندر نہیں کہا جا سکتا پس اُس سے ایسی زیادتی سود ہو گی اور وہ حرام ہے اس کو لے کر اپنے صرف میں(یعنی استعمال میں) لانا حرام ہے۔ ہاں اگر اس غرض سے لے کر غرباء کو دے کہ اس زیادتی کو اعانت کفر میں نہ صرف کیا جا سکے توگنجائش ہے فقط واللہتعالیٰ اعلم'' (۶۲)۔

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ(۶۳) نے بھی غیرمسلم ملک میں غیرمسلموں سے سودی معاملات کے جواز کا فتویٰ دیا، اِس کے ساتھ ساتھ اِس امر کی وضاحت کر دی کہ مسلمانوں کے لیے غیرمسلم ملک میں کافروں کو سود دینے کی اجازت نہیں ہے ۔مفتی کفایت اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

> ''ہندوستان دارالحرب ہے اس میں غیرمسلم سے سودی معاملات کرنے کی اباحت ہے بینک اور ڈاکخانہ کے سیونگ بینک سے سود کی رقم وصول کر لی جائے اور غرباء و فقراء و طلباء کے مصارف میں خرچ کر دی جائے''۔''ہندوستان دارالحرب ہے مگر مسلمانوں کو سود دینا تو دارالحرب میں بھی جائز نہیں ڈاک خانہ و بینک سرکاری سے سود لینا چاہیے اور بنظر احتیاط اس کو رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کر دینا چاہئیے (۶۴)۔

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ:

مفتی محمودحسن گنگوہیؒ(۶۵) حربی کافر سے سود لینے کے جواز و عدم جواز سے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، أحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبوٰا. جو شخص سود سے احتراز نہ کرے اِس کے متعلق ارشاد ہے: فَاِنْ لَّم تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.... حدیث میں سود کھانے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ عن جابر بن عبداللّٰه قالَ لَعَنَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اٰكِلُ الربوٰا ومُوكِلَهُ. اِس لیے علی الإطلاق تو کوئی اہل علم بھی جواز سود کا قائل نہیں ہو سکتا۔ البتہ دارالحرب میں مسلم مستامن کو کافر حربی سے طرفین رحمہما اللہ کے قول کے مطابق سود لینے والے کے لئے گنجائش ہے اور امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس صورت میں بھی ناجائز ہے''(۶۶)۔

مفتی محمد امجد علی اعظمیؒ:

مفتی محمد امجد علی اعظمیؒ(۶۷) کا موقف بھی یہ ہے کہ سود لینا دینا حرام ہے، البتہ غیرمسلم ملک میں کافروں کا مال اُن کی رضامندی سے لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ دھوکہ و فراڈ سے یہ مال حاصل نہ کیا گیا ہو۔ کیونکہ کافر غیرذمی کے مال پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا، اِس سے جو مال حاصل ہو وہ حلال ہے اگرچہ کافر سود کہہ کر دے رہا ہو مگر لینے والے کو چاہیے کہ اُسے سود نہ سمجھے، کیونکہ سود کے لیے مال معصوم شرط ہے۔ گورنمنٹ جو روپیہ سود کہہ کر دیتی وہ سود نہیں مگر لینے والا سود سمجھ کر نہ لے۔ غیر مسلم ملک ہو یا دارالاسلام ہو، مسلمان اور حربی کافر کے درمیان کوئی عقد سود کے زمرے میں نہیں آتا۔ کافروں کے بینکوں اور ڈاکخانوں میں جمع شدہ رقم پر زائد رقم لینا جائز ہے مگر نیت سود لینے کی نہ ہو۔ ہندوستان کے کفار سے بذریعہ عقود فاسدہ ان کے اموال لینا جائز ہے۔

ذیل میں مفتی محمد امجد علی اعظمی کے فتاویٰ کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

''سود لینا دینا حرام ہے۔ قالَ اللّٰه تعالی: أحَلّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّم الرِّبوٰا۔ حدیث میں ہے لَعَنَ رسولُ اللّٰه علیه وسلم اٰكِلُ الربوا وموكِلُه وكاتبه وشاهدَيْهِ قالَ وهم سواء'' سود بہر حال حرام ہے۔ مسلمان سے لیا جائے یا کافر سے۔ ہندوستان میں ہو یا عرب میں۔ ہاں اگر نہ سود کہا جائے نہ سود کی نیت ہو بلکہ ایک مباح مال سمجھ کر لیتا ہو کہ کافر حربی کا مال مسلمان کے لیے مباح ہے جب تک

غدر یعنی عہد شکنی نہ ہو تو اُس میں حرج نہیں۔ مثلاً ہندو کو سو روپے دیے اور ٹھہرا لیا کہ سال بھر پر سوا سو لوں گا۔ رد المختار میں ہے:

"فی کافِی الحاکمِ واِنْ بایعهم الدِّرْهَمَ بالدِّرهمَین نَقَدًا او نَسْیَةً ... فَلاَ بَأسَ بِذلک لأنَّ لَهُ أن یَّأخُذَ أمْوالَهُمْ بِرضائِهم"۔

"سود حرام ہے۔ **قالَ اللّٰه تعالی: وَحَرَّم الرِّبوا**۔ ہاں کفار غیر ذمی سے جو مال بغیر غدر حاصل ہو وہ حلال ہے اور وہ سود نہیں، اگرچہ وہ کافر سود کہہ کر دیتا ہو مگر اِس لینے والے کو چاہئے کہ اُسے سود نہ سمجھے کہ سود کے لیے مال معصوم شرط ہے۔ طحطاوی علی الدر میں ہے **شرط الرِّبا عِصمةُ البَدَلَین جَمِیْعاً**۔ اور اُن کے اموال مباح، ہدایۃ و فتح القدیر و عنایہ و جامع الرموز و جوہرہ نیّرہ و بحرالرائق و درمختار وغیرہا میں ہے **لِأنَّ مَالَهُمْ مُباحٌ فی دَارِهِم**۔

"وہ روپے کہ بینک یا گورنمنٹ اسے سود کہہ کر دے اُن کا لینا جائز ہے، کہ یہ سود نہیں۔ سود اِس زیادتی کو کہتے ہیں جو عقد میں مشروط ہو اور اگر عقد میں شرط نہ ہو وقت ادا کچھ زیادہ دیا تو یہ سود نہیں... ہا ں اِس کا خیال رکھے کہ لیتے وقت بہ نیت سود نہ لے کہ سود سمجھ کر لینا گویا اپنے طور پر حرام لینا ہے اور خلاف شرع کرنا ہے اگرچہ یہ نیت مال کو حرام نہ کرے گی مگر یہ فعل حرام ہو گا۔ بلکہ اِس نیت سے لینا چاہئے کہ ایک شخص اپنی خوشی سے اپنا مال دے رہا ہے مجھے اُس کا لینا جائز ہے"۔

"کافر حربی کا مال مباح ہے یعنی عہد شکنی نہ ہو کہ غدر حرام ہے اور وہ صورت بھی جائز نہیں کہ ذلت کا سامنا ہو کہ مسلمان کی عزت کا تحفظ نہایت ضروری ہے"۔

"ہندوستان کے کافر نہ ذمی ہیں نہ مستامن کیونکہ ذمی یا مستامن کا وجود سلطنت اسلام سے وابستہ ہے اور جب سلطنت نہیں تو نہ ذمی نہ مستامن لہذا ہم کو غدر جائز نہیں۔ اور اُن کے اموال جو اُن کی خوشی سے ہمیں ملیں لینا جائز۔ سلطنت یا کوئی بینک جس کے پاس روپیہ رکھا گیا اگر اصل سے زائد کر کے کچھ رقم دے اُس کا لینا حلال طیّب، تصریحات بالا سے ثابت ہوا کہ وہ ہرگز سود نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ دینے والے نے اُسے سود کہہ کر دیے ہیں اُن کے کہنے سے سود نہیں ہو سکتا کہ جو چیز سود نہ ہو اُسے سود کوئی کہہ دے تو سود نہ ہوگی"۔

"سود لینا دینا دونوں حرام ہے۔ مگر جبکہ بینک کفار غیر ذمی کا ہو جیسا کہ یہاں (ہندوستان) کے بینک نہ مسلم کے ہیں نہ ذمی کے اور بینک والے اس کے روپیہ سے کچھ زیادہ دیتے ہیں اور اُسے سود

کہتے ہیں یہ حقیقۃً سودنہیں لہٰذا اگر لینے والا سود سمجھ کرنہیں لیتا ہے بلکہ یہ جان کر لیتا ہے کہ یہ کافر کا مال ہے جو اپنی خوشی سے دیتا ہے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں‘‘(۶۸)۔

مفتی، ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمیؒ، بصیر پوری:

مفتی، ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمیؒ، بصیر پوری،(۶۹) کے پاس انگلینڈ سے چھ نکات پر مشتمل ایک سوالنامہ آیا جوکہ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے لیے سودی معاملات کے جواز و عدم جواز سے متعلق ہے۔ مفتی صاحب نے تحقیقی انداز میں مدلل فتویٰ دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیرمسلم ممالک میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان سودی معاملات پر ربوٰا و سود کا اطلاق نہیں ہوتا بشرطیکہ مال کے حصول میں دھوکہ و خیانت شامل نہ ہو اور وہ مال کافر کی رضامندی سے حاصل کیا جائے۔

قارئین کے استفادہ کے لیے استفتاء اور فتویٰ نقل کیا جاتا ہے:

استفتاء : غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے لیے سود دینا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اِس وقت انگلینڈ میں لاکھوں مسلمان آباد ہیں جنہیں درج ذیل مسائل در پیش ہیں:

۱۔ مسجد کمیٹی، مسلم ویلفیر کمیٹی یا مسلم فیوزل (کفن دفن) کمیٹی وغیرہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنے متعلقہ ارکان سے چندہ اکٹھا کر کے ایک فنڈ قائم کرتے ہیں اور حفاظت کی خاطر بینک میں رکھتے ہیں۔ بینک اِس رقم پر سود دیتا ہے جو اِس رقم میں جمع ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ مزدوری پیشہ لوگ اپنے پس انداز اثاثے بینکوں میں جمع کراتے ہیں اور بینک اِس میں قانون کے مطابق سود کا اضافہ کرتا ہے۔

۳۔ بعض اشخاص کئی ضرورتوں کے لیے بینک یا فنانس کمپنیوں سے قرضے لیتے ہیں اور بینک اِس قرض پر سود وصول کرتے ہیں۔

۴۔ رہائشی مکانوں کی خریداری کا معاملہ بہت سنگین ہے۔ یہاں مکان اتنے مہنگے ہیں کہ کوئی بھی شخص پہلی رہائش کے لیے مکان نہیں خرید سکتا، لہٰذا اُسے بینک، فنانس سوسائٹی سے پانچ، دس یا پندرہ سال کے لیے قسطوں پر قرضہ حاصل کرنا پڑتا ہے جسے مارگج کہتے ہیں۔ اِس قرضہ پر بینک یا فنانس سوسائٹی سود وصول کرتی ہے حتیٰ کہ کئی مسجد کمیٹیاں بھی نماز روزہ کے لیے کوئی عمارت برائے مسجد خریدنا چاہیں اور اپنے ارکان و دیگر امدادی احباب کے تعاون کے باوجود مطلوبہ رقم مہیا نہیں کر سکتیں تو مجبوراً بینک کی طرف رخ کرتی ہیں اور مارگج کے مرحلہ سے گزرتی ہیں یعنی متعلقہ عمارت کے کاغذات بینک میں

رکھ کر مطلوبہ رقم حاصل کرتے ہیں اور اِس پر سود ادا کرتے ہیں۔

۵۔ کچھ عرصہ سے پاکستانی بینکوں نے بھی اپنی شاخیں قائم کی ہیں:

اگر سود ہر حال میں ناجائز ہے پھر تو ٹھیک ہے اور اگر غیر مسلم بینک سے جائز ہے تو مسلم بینک یا کمیٹی کے بارے میں کیا حکم ہے، اگر اِس کے لیے بھی وہی حکم ہے تو فبہا بصورت دیگر مسلمان سود وغیرہ کی جائز سہولت کے پیش نظر پاکستانی بینک سے لین دین نہ رکھیں تو قومی و ملکی مفاد پر اثر پڑتا ہے۔

۶۔ انشورنس جو سُود اور جُوا کی ترقی یافتہ صورت ہے غیر مسلم ممالک میں بھی کیا اِس کے دارالاسلام والے احکام ہیں یا دارالحرب میں کچھ گنجائش ہے؟ اور مسلمان اپنے مال اولاد کے حفظِ ماتقدم کے تحت غیر مسلم ممالک میں انشورنس کرا سکتے ہیں؟۔

مفتی، ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمیؒ اِن سوالات کا جوابات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’مال حربی معصوم مباح ہے۔ جب مسلم اِس پر غدر و خیانت کے سوا اِس کی رضا سے قبضہ کر لے تو مالک ہو جاتا ہے۔ لہذا اِس میں ربو جاری ہی نہیں ہوتا۔ بدائع الصنائع، ۵:۱۹۱، میں ہے:

فمِنها أن يكون البدلان معصومين فان كان احدهما غير معصوم لايتحقق الربٰوا عندنا .وعلى هذا الأصل يخرج ما اذا دخل مسلمٌ دارالحربَ تاجرًا فبا ع دِرهمًا بدرهمَيْنِ،أنه يجوز عندأبى حنيفة ومحمد رضى اللّٰه تعالىٰ . نیز اِسی میں ہے **ولهما أنّ مال الحربى ليس بمعصوم بل هو مباح فى نفسه اِلّا أنّ المُسلمَ المستامن منع من تملكه بغير رضاه لما فِيهِ منَ الغدر والخيانة الخ.**

اور یونہی قدوری اور اِس کی شرح **الجوهرالنيرة ۱:۳۶۲** میں ہے **بتقرير حسن جدّا.** اور یونہی **تنوير الأبصار، الدرالمختار، طحطاوى على الدر، ۳:۱۱۲، طحطاوى** کے لفظ یہ ہیں **وقد تقدم أن شرط الربٰوا عصمة البدلين جميعاً.** اور یوں ہی ہدایہ اور اِس کی شرح عینی، ۳:۱۶۵ میں ہے۔

عينى على الهداية اور **فتح القدير مبسوط وغيرها** میں حدیث مرسل ہے:

والنظم للسرخسى عليه الرحمة ذكر عن مكحول عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال :لاربا بين المسلمين وبين أهل الحرب. وهذا الحديث ان كان مرسلاً فمكحول فقيه ثقة المرسل من مثلِهِ مقبولٌ وهو دليل لأبى حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰهِ .

حالانکہ جب کوئی مجتہد کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ صحیح حدیث ہے۔
کما فی کشف الغمة والشامی،۴: ۵۱ والنظم له أن المجتهدَ اذا استدل بحدیث کان تصحیحاً له کما فی التحریر وغیرہ . اور اِس میں دونوں صورتیں برابر ہیں مسلمان کو نفع پہنچے یا حربی کو۔ **چنانچہ مبسوط، ۱۴ : ۵۹، فتح القدیر** اور **عنایة، ۶ :۱۷۸، طحطاوی علی الدر، ۳:۲۱۲، والنظم من المبسوط،ویستوی اِن کان المسلم أخذ الدرھمین با الدرھم او الدرھم با الدرھمین لأنّه طِیْبُ نفس الکافر بما أعطاہ ،قَلَّ ذلک أو کَثُر وأخذ مالَهُ بطریق الإباحةِ کما قررناہُ۔**

نمبر ۴ تک جوابات واضح ہوگئے اور نمبر ۶ کا یہی جواب ہو گیا کہ یہ سب سُود نہیں اور جائز ہے۔ باقی نمبر ۵ کا معاملہ ذرا سنگین ہے۔ مگر اب پاکستانی بینک بھی سود نہیں کہتے بلکہ منافع کے نام سے دیتے ہیں۔ تو ظاہر یہی کہ یہ ایک مضاربت کی صورت ہے گو فاسد ہی ہو، تو قبضے سے ملک ثابت ہو جاتا ہے اور پاکستانی بینکوں کے ہوتے ہوئے غیرمسلم بینکوں کی طرف میلان قومی اور ملکی وقار سخت مجروح ہوتاہے جو اِس سے بھی بُرا ہے۔ بہرحال مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضاربت کی بناء پر ہے۔

مبسوط،۱۴:۵۷،۵۸، میں ہے:
اِنْ فعل المسلمُ یجبُ حمله علی أحسن الوجوہ ماأمکن، شامی، ۳:۳۶۳، میں ہے:
حمل أحوال المسلمین علی الصلاح واجبٌ۔ اور ارشاد ربّ العالمین ہے: **اِنّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ، الحجرات:۱۲ .وقد جاء النهی فی الأحادیث المبارکة علی الظن السوء"(۷۰).**

صاحبزادہ اقتدار احمد خان قادری اشرفی:

صاحبزادہ اقتدار احمد خان قادری اشرفی(۷۱) نے بھی غیرمسلم سے سود لینے کے جواز سے متعلق مفصل بحث کی ہے۔ حربی کافر سے سود لینے کے جواز کی بنیاد قرآن کی آیات، حدیث **لاربا بین المسلم الخ،** امام اعظم ابوحنیفہؒ کے موقف، فنی اور عقلی استدلال کو بنایا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے موقف کی تائید کرتے ہوئے اُسے قرآن و سنت کے مطابق قرار دیتے ہوئے دارالحرب میں سود لینے کے حلال و جائز ہونے کا فتویٰ دیا۔

صاحبزادہ اقتدار احمد خان قادری اشرفی نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن مجید یا احادیث کی کُتبِ مبارکہ میں ایک بھی ایسی آیت یا حدیث نہیں ہے جس میں غیرمسلم ملک کے کفار سے سود لینے کی ممانعت کی گئی ہو۔ اِس طرح کی کوئی بھی آیت اور حدیث مشہور یا غیرمشہور، مرسل یا خبر واحد نہیں ہے جس سے حربی کافر سے سود لینے کی ممانعت کی گئی ہے اور سود کی حرمت کی جتنی بھی آیتیں ہیں یا احادیث مبارکہ ہیں وہ سب کی سب مسلمان سے سود لینے دینے کی ہیں۔ یعنی کوئی مسلمان ایسے شخص سے سود نہ لے جو مسلمان ہو یا مسلمانوں کی طرح اِس کا مال شرعاً محفوظ ہو۔ دارالحرب کے کفار سے سود کا حرام ہونا کہیں ثابت نہیں۔

صاحبزادہ اقتدار احمد خان قادری اشرفی، جو کہ عرصہ دراز سے برطانیہ میں مقیم ہیں اور مسلمانوں کی دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے وضاحت کی ہے کہ برطانوی حکومت بھی ان کی تحقیق پر اعتماد کرکے فیصلے کرتی ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ مجھ پر میرے رب تعالیٰ کا کرم ہے کہ اِس وقت دنیا بھر کے بیشتر ممالک میں کہیں کوئی فتویٰ لکھے تو مسلمان لوگ اِس وقت تک اعتماد نہیں کرتے جب تک مجھ سے اس کی صحت و درستی کی تائید و تصدیق نہیں کرا لیتے خواہ پاکستان ہو یا ہندوستان یا سعودی عرب خواہ مرکز روحانیت کچھوچھ شریف ہو یا مرکز سنیت بریلی شریف ہو، تمام لوگ میری تحقیق و تفتیش پر مکمل بھروسہ ویقین کرتے ہیں...۔ طلاق اور بہت سے جھگڑوں کے فیصلوں کے لیے خود حکومتِ برطانیہ کہتی ہے کہ اپنے مذہبی ذمہ دار علماء سے اسلامی فتاویٰ لاؤ ہم اِس کے مطابق تمہارے فیصلے کر دیں گے۔ خود میرے فتاویٰ سے یہاں بہت سے فیصلے جاری کئے گئے ہیں''(۷۲)۔

صاحبزادہ اقتدار احمد خان اشرفی قادری، حربی کافر سے سود لینے کے جواز سے متعلق فتویٰ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''دارالحرب میں ربوٰ بالکل حلال و جائز ہے۔ قرآن مجید، احادیث پاک اور فقہ حنفی سے عظیم ثبوت، دلائل امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل فقہ و اجتہاد بالکل قرآن مجید اور احادیث پاک کے مطابق ہیں آپ کا ہر چھوٹا بڑا مسئلہ باضابطہ اور ثبوت دلائل کے ساتھ ہے۔ جبکہ دیگر ائمہ ثلاثہ کے مسائل قیاسات کے سہارے اور منشاء نص کے خلاف ہیں''۔

''اِس مسئلہ ربوٰ میں دیگر فقہائے کرام نے بظاہر بڑی شد و مد سے قرآن و حدیث کے دلائل

پیش کیے ہیں اور امام اعظم کے خلاف مسئلہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن سراسر مقصدِ آیت و رمز روایت کے مخالف چلے ہیں۔ قرآن مجید یا احادیث کی کُتبِ مبارکہ میں ایک بھی ایسی آیت یا حدیث نہیں ہے جس میں دارالحرب کے کفار سے سود لینے کی ممانعت کی گئی ہو۔

دنیا بھر کے علماء سے ہمارا چیلنج و مطالبہ ہے کہ کوئی عالم اِس طرح کی کوئی آیت اور حدیث مشہور یا غیر مشہور، مرسل یا خبر واحد نہیں دکھا سکتا۔ سود کی حرمت کی جتنی بھی آیتیں ہیں یا احادیث مبارکہ ہیں وہ سب کی سب مسلمان سے سود لینے دینے کی ہیں۔ یعنی کوئی مسلمان ایسے شخص سے سود نہ لے جو مسلمان ہو یا مسلمانوں کی طرح اِس کا مال شرعاً محفوظ ہو۔ دارالحرب کے کفار سے سود کا حرام ہونا کہیں ثابت نہیں''۔

''چونکہ سود کی حرمت کا تعلق صرف مسلمانوں سے لینے دینے میں ہے، اِس لیے قرآن مجید نے جہاں کہیں بھی ربوٰ کی حرمت کا ذکر کیا وہاں پہلے تاکید سے ایمان والوں کا ذکر کیا۔ قرآن مجید فقط ان تین ہی آیتوں(۷۳) عبارتوں میں سود کی قانونی حرمت کا ذکر ہے اور تمام جگہ صرف مسلمانوں سے سود لینے کی حرمت بیان ہوئی ہے۔ کوئی مشرک کافر اور مشرک غیر مسلم ان احکام میں مکلّف اور شامل و داخل نہیں۔ سورۃ النساء: ۱۶۱ میں جو سود لینے کی حرمت بیان ہوئی ہے وہ خبر ہے اِنشاء نہیں۔ یعنی اِس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ پہلی شریعتوں میں بھی مومن اُمتوں پر سود لینا دینا حرام تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ...الخ﴾ [النسآء: ۱۶۱] یہودیوں پر بہت سی حلال چیزیں ہم نے حرام کر دیں تھیں ان کے ایک ظلم کی وجہ سے اور اِن کے اُس وقت سود کھانے کی وجہ اور سود لینے کی وجہ سے۔ حالانکہ بیشک وہ یہودی عیسائی اس وقت جب کہ وہ مومن ہوا کرتے تھے سود وغیرہ سے منع کئے گئے تھے۔

لیکن آج کل کے یہودی و عیسائی اپنے کفر و شرک کی وجہ سے کسی حرمت اور عبادت کے مکلّف نہیں ہیں۔ نہ ہی اب پچھلی شریعتیں باقی ہیں۔ قانون اور اِنشاء، امر و نہی والی یہ سب آیتیں صاف ظاہر فرما رہی ہیں کہ صرف مسلمان سے سود لینا حرام ہے۔ امام اعظم کے مسلک کی بنیاد ان ہی آیات قرآن پر ہے''۔

''کفار کسی قسم کے خواہ بت پرست ہوں یا یہودی و نصاریٰ صرف ایمان لانے مسلمان بننے کی مکلّف ہیں۔ جب تک کفار، کافر رہیں گے اِس وقت تک شریعت کا کوئی حکم کوئی پابندی، امر، نہی، حرام و حلال، عبادت و ریاضت کُفار پر لازم و واجب اور فرض نہیں، طلاق، نکاح اور تجارت میں وہ

اسلامی ضابطوں کے مُکلّف نہیں ہیں، صرف اخلاقی پابندیاں ان پر لازم العمل ہوں گی، شرعی پابندیاں واجب العمل نہیں ہوں گی۔ یعنی کھانے پینے، لینے دینے میں اسلامی احکام اِن پر جاری نہ ہوں گے۔ نکاح، طلاق تجارت کھانے پینے میں وہ اپنی مرضی اور اپنے مذہب پر چل سکتے ہیں۔

اسلامی حکومت ان کو کسی بات سے نہیں روک سکتی۔ اگر سود کی آیات و احادیث شخصیت کے اعتبار سے بھی مطلق ہوتیں تو کفار کو بھی سود لینے دینے سے روکا جاتا۔ حالانکہ دور نبوی سے آج تک کبھی بھی کفار کو منع نہیں کیا گیا... نہ اللہ نے نہ رسول اللہ نے، کوئی بھی اِس کا قائل نہیں۔ آیت کریمہ ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْن، البقرۃ:۲۷۸﴾ میں قید یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اور اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْن، سے ثابت ہوا کہ سود کے مسئلے شخصیت سے مقید نہیں، یہی بات امام اعظم کہتے ہیں کہ آیت صرف مسلمانوں کے لئے ہے کہ مسلمان سے ہم سود نہیں لے سکتے۔ مکان کے اعتبار بھی سود کا مسئلہ مقید ہے۔ اس لیے کہ سود کی حرمت ایک قانونی چیز ہے اور قانون کے لیے قانون کا جاری کرنا اور قانون کی پوری صورتیں مہیا ہونا ضروری ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ مال محفوظ اور شرعًا معصوم ہو اور مال معصوم وہ ہوتا ہے جو کبھی مالِ غنیمت نہ بن سکے۔ حربی کُفار کا مال دارالحرب میں شرعی طور پر نہ محفوظ ہے نہ معصوم، کیونکہ وہ مالِ غنیمت بن جاتا ہے''

صاحبزادہ اقتدار احمد خان اشرفی قادری مفصل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''لہذا آیت کریمہ کے ان لفظوں میں بالوضاحت ثابت ہو گیا کہ دارالحرب میں کفار سے لیا ہوا سود، مسلمانوں کے لیے قطعاً جائز ہے اور قرآن مجید کے باقی قوانین کی طرح یہ قانون بھی تا قیامت جاری ہے۔ ابھی تک ہم نے قرآن مجید کی متعدد آیات سے بطور عبارت النص و اقتضاء ثابت کر دیا کہ دارالحرب میں کفار سے سود لینا بالکل جائز ہے بلکہ سود ہی نہ کہا جائے گا... ہندوستان وغیرہ قسم کے ملکوں میں مسلمان دارالحرب چھوڑنے والے قانون پر کس طرح عمل کریں۔ انہوں نے چار و ناچار وہیں رہنا ہے۔ وہیں جینا وہیں مرنا وہیں قتل و شہید اور مظلوم و مجبور بننا ہے ان سے سب کافر جبرًا سود لیں۔ مگر وہ کسی سے نہ لیں یہ کس قانون کا مسئلہ ہے؟ جب کہ آج کی غربت انتہائی ذلت اور مظلومیت ہے''(۷۴)

مفتی جلال الدین احمد امجدی

مفتی جلال الدین احمد امجدی(۷۵) نے بھی غیرمسلم ملک میں کافروں سے سود لینے کے جواز سے متعلق مفصل بحث کی ہے۔

مفتی جلال الدین احمد امجدی کی تحقیق کے اہم نکات:

۱۔ جو عقد دو مسلمانوں کے درمیان ممنوع ہو اُس عقد فاسد کے ذریعہ حربی کافر کا مال حاصل کرنا جائز ہے۔

۲۔ موجودہ ہندوستان میں رہنے والے کافروں سے سود لینا جائز ہے۔

۳۔ موجودہ ہندوستان کے ڈاکخانوں اور بینکوں سے ملنے والے منافعے بھی شرعاً سود نہیں۔

۴۔ غیر مسلم ممالک میں اگر کوئی مسلمان غیر مسلم کے بینک سے سودی لین دین کرے تو جائز ہے اور اگر وہ بینک مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کا مشترک ہو تو پھر سودی لین دین جائز نہیں ہوگا۔

مفتی جلال الدین احمد امجدی لکھتے ہیں:

''مسئلہ: ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا ذمی یا مستامن؟ ان کے اموال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ہندوستان کے کافر حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت مُلّا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: **اِن ھُمْ اِلَّاحَربِی وَمَا یَعْقِلُھَا اِلَّا العَالِمُوْنَ** (تفسیرا احمدیہ ص:۳۰۰) اور اُن کے اموال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا جائز ہے جیسا کہ صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ عقد فاسد کے ذریعہ کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں۔ یعنی جو عقد مابین دو مسلمانوں کے ممنوع ہے اگر کافر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو۔

مثلاً ایک روپیہ کے بدلے دو روپیہ خریدے یا اس کے ہاتھ مردار کو بیچ ڈالا کہ اِس طریقہ پر مسلمان سے روپیہ حاصل کرنا شرع کے خلاف اور حرام ہے اور کافر سے حاصل کرنا جائز ہے (بہار شریعت جلد یازدہم، ص:۱۵۳) اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ روپیہ دے کر کافر حربی سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ مگر اُسے سود کی نیت سے نہ لے کہ سود مطلقاً حرام ہے **قال اللّٰہُ تعالیٰ**: ﴿**وَحَرَّمَ الرِّبَوا**﴾ ، سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب۔

''کافروں کی تین قسمیں ہیں ذمّی، مستامن اور حربی۔ ذمی وہ کافر ہیں جو دار الاسلام میں رہتے ہوں اور بادشاہ اسلام نے ان کی جان و مال کی حفاظت اپنے ذمے لی ہو اور مستامِن وہ کافر ہیں کہ کچھ دنوں کے لئے امان لے کر دار الاسلام میں آ گئے ہوں اور ظاہر ہے کہ ہندوستان کے کفار نہ تو ذمی ہیں اور نہ مستامِن بلکہ یہ تیسری قسم یعنی کافر حربی ہیں اور کافر حربی و مسلمان کے درمیان سود نہیں

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے **لاربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب** اس حدیث شریف میں دارالحرب کی قید اتفاقی ہے نہ کہ احترازی۔

لہٰذا وہ بینک جو خالص یہاں کے غیرمسلموں کے ہوں ان سے جو زائد روپیہ ملتا ہے اسے لینا اور اپنے کام میں اُسے صرف کرنا جائز ہے اور وہ بینک جو مسلمانوں کے ہوں یا مسلم و غیرمسلم دونوں کے مشترکہ ہوں ان سے جو زائد روپیہ ملے وہ یقیناً سود اور حرام ہے۔ رہے ڈاک خانے اور حکومت کے بینک کے منافعے تو یہاں کی حکومت غیرمسلموں کی تو اس کے ڈاکخانے اور بینک کے منافعے بھی شرعاً سود نہیں۔

مفتی صاحب سے ایک سائل نے سوال کیا:

ہندو بینک یا ڈاک خانہ سے جو منافع ملتا ہے کیا اُس کو ہم اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں کیونکہ ہم ابھی تک اس منافع کو علیحدہ کر کے غریبوں کو دے دیتے ہیں اور ثواب کی نیت نہیں رکھتے کیااس کو اپنے استعمال میں بھی لاسکتے ہیں؟

مفتی جلال الدین احمد امجدی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جو بینک کہ مسلمان کا ہو یا ہندو اور مسلم کا مشترکہ ہو ایسے بینک کا نفع سود ہے حرام ہے اِس کا لینا ہرگز جائز نہیں اور جو بینک کہ صرف یہاں کے کافروں کا ہو اُس کا منافع لینا اور ہر مباح کام میں صرف کرنا جائز ہے اِس لیے کہ یہاں کے کافر حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت مُلّا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: **اِن ھُمْ اِلَّاحَربِی وَمَا یَعْقِلُھَا اِلَّا العَالِمُوْنَ** (تفسیر احمدیہ ص:۳۰۰) اور کافر حربی و مسلمانوں کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **لاربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب** اس حدیث شریف میں دارالحرب کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔

لیکن یہاں کے کافروں سے نفع لینا جائز ہے دینا منع ہے جیسا کہ در المختار جلد چہارم، ص: ۱۸۸ میں ہے۔ **ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم۔** اور اگر بینک مسلمانوں کا ہے یا مسلمان و کافر کا مشترکہ ہے اِس بینک کا نفع سود ہے اور اِس کو اپنے خرچ میں لانا حرام بھی ہے اور فقیر کو دے کر ثواب کی اُمید رکھنا کفر ہے'' (۷۶)۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے:

- گنگوہی، رشید احمد، فتاویٰ رشیدیہ، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دستگیر، کراچی، ص: ۴۸۸۔
- تھانوی، اشرف علی، امداد الفتاویٰ، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۹۸۵ء، ۳: ۱۵۳-۱۶۰، ۳۱۲۔
- دہلوی، نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ، مسجد اہلحدیث اجمیر گیٹ دہلی، ۱۹۸۸ء، ۲: ۱۹۰-۱۹۹۔
- امرتسری، ابوالوفاء ثناء اللہ، فتاویٰ ثنائیہ، مکتبہ ثنائیہ النور اکیڈمی سرگودھا، ۲: ۳۶۰-۳۶۳۔
- مفتی محمد شفیع، امداد المفتین کامل، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، ص: ۸۴۸-۸۵۱۔
- لدھیانوی، مفتی رشید احمد، احسن الفتاویٰ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۹۹۸ء ۸: ۱۰۱۔

(۲) کاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۰ھ، ۷: ۱۳۰-۱۳۱۔

(۳) کاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۸۶ء، **فصل فی بیان معنی الدارین دارِالاسلام و دارِالکفر** ۷ :۳۸۱۔

(۴) البقرہ، ۱۷۵-۱۸۰، آل عمران: ۱۳۰، النساء: ۱۶۱، المائدہ: ۶۳۔

(۵) البیہقی، حافظ ابوبکراحمد بن حسین، **الجامع لشُعب الإیمان للبیھقی**، مکتبۃ الرشید للنشر والتوزیع، الریاض، ۲۰۰۳ء ۷ :۳۶۴، حدیث نمبر: ۵۱۳۳

- القزوینی، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، مکتبہ المعارف للنشرو التوزیع، الریاض، کتاب التجارات، **باب التغلیظ فی الرِّبا**، ص: ۳۹۰، حدیث نمبر: ۲۲۷۳

(۶) الدارقُطنی، علی بن عُمر، سُنن ا لدارقطنی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت،۲۰۰۴ء، ۳: ۴۰۳-۴۰۵، نمبر ۲۸۴۳، ۲۸۴۵۔

(۷) تفصیل کے لئے دیکھئے:

- لکھنوی، عبد الحی، مجموعۃ الفتاویٰ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۹۸۴ء، ۲: ۱۴۸، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۷۳۔
- رامپوری، ارشاد حسین، فتاویٰ ارشادیہ، الیکٹرک پریس آگرہ، ۱۹۲۸ء، انڈیا، ا: ۱۱۱۔
- بریلوی، احمد رضا خان، العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ یعنی فتاویٰ رضویہ، دارالعلوم امجدیہ کراچی، ۱۹۹۴ء ۷: ۸۶-۸۹۔
- مفتی شاہ محمد مظہراللہ، فتاویٰ مظہری، مدینہ کمپنی بندر روڈ کراچی، ص: ۲۹۳۔
- مفتی کفایت اللہ، کفایت المفتی، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۸: ۶۲-۷۰۔
- گنگوہی، محمود حسن، فتاویٰ محمودیہ، کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی، ۱۹۹۸ء، ۲: ۲۴۰، ۶: ۲۹۳۔
- نعیمی، ابوالخیر محمد نور اللہ، بصیر پوری، فتاویٰ نوریہ، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور، اوکاڑہ، ۱۹۹۰ء، ۳: ۸۷-۹۰
- اعظمی، مفتی محمد امجد علی، فتاویٰ امجدیہ، مکتبہ رضویّہ، آرام باغ کراچی، ۱۹۹۷ء، ۳: ۳۰۴-۳۴۰۔
- مفتی اقتدار احمد نعیمی، العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۵ء، ا: ۲۹۱، ۳: ۹۱، ۷، ۲۵۰۔

- مفتی جلال الدین، فتاویٰ فیض الرسول، شبیر برادرز، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۲ء، ۲: ۳۸۴-۴۰۶۔

(۸) مفتی اقتدار احمد نعیمی، العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ، ا: ۲۹۱، ۳: ۷۹۱، ۲۵۰۔

(۹) السرخسی، ابوبکر محمد بن أبی سہل، المبسوط لشمس الدین السرخسی، باب الصرف فی دارالحرب / غیرمسلم ملک ۱۴: ۵۶۔

- قدوری، ابوالحسین احمد البغدادی، المختصر للقدوری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، سن ندارد، ص:۷۵۔

- مرغینانی ، برهان الدین أبوالحسن علی بن أبی بکر، الهدایة، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان، سن ندارد، ۳:۸۶۔

- ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحدبن عبد الحمید، فتح القدیر، مکتبہ تجاریہ کُبریٰ مصر، ۵:۳۰۰۔

- العینی، ابومحمد محمود بن أحمد، (م:۸۵۵ھ) البنایۃ فی شرح الہدایۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء، ۷:۳۸۴۔

- الزیلعی، جمال الدین أبی محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی، (م: ۷۶۲ھ)، نصب الرایة لأحادیث الهدایة، دارالقبلة للثقافة الإسلامیة، جدہ، ۱۹۹۷ء، ۴: ۴۴، نمبر:۶۳۹۵-۶۳۹۶۔

- النسفی، ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد، کنز الدقائق، میر محمد کتب خانہ آرام، کراچی، ص: ۲۵۔

- ابن نُجیم زین الدین بن إبراهیم حنفی، البحر الرائق، مکبتۃ، رشیدیہ، کوئٹہ، ۶:۲۲۶۔

- فخرالدین عثمان بن علی حنفی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، مکتبہ امداد ملتان، ۴:۹۷۔

- ابن عابدین، محمد امین: ردّ المحتار، ۴: ۲۰۹، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، ۱۳۹۹ ھ / ۱۹۷۹ء۔

- الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، طباعۃ ذات السلاسل، وزارۃ الأوقاف و الشئون الإسلامیۃ، الکویت، ۱۹۹۰ء ۲۰:۲۰۹۔

(۱۰) الطحاوی ، ابوجعفر أحمد بن محمد بن سلامۃ، شرح مشکل الآثار، مؤسسۃ الرسالۃ ،بیروت،۱۹۹۴ء،۸:۲۴۲-۲۴۵۔

- السرخسی،أبوبکر محمد بن أبی سہل، شرح کتاب السیر الکبیر،باب ما یحِلُّ فی دار الحرب مما لایَجوزُ مثلَهُ فی دارالإسلام، دار الکتب العلمیۃ بیروت،۱۹۹۷ء ،۴:۳۳۲۔

(۱۱) ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحدبن عبد الحمید ،فتح القدیر ، مکتبہ تجاریہ کُبریٰ مصر، کتاب البیوع ،باب الرباء، ۵:۳۰۰، نیز کتاب البیوع ،باب الربا،۱۵:۳۵۸۔

(۱۲) السرخسی،أبوبکر محمد بن أبی سہل، شرح کتاب السیر الکبیر ،باب ما یحِلُّ فی دار الحرب مما لایَجوزُ مثلَهُ فی دارالإسلام ، ۴:۳۳۲۔

(۱۳) السرخسی، أبوبکر محمد بن أبی سہل، المبسوط لشمس الدین السرخسی، باب الصرف فی دارالحرب ۱۴:۵۶۔

(۱۴) قدوری، ابو الحسین احمد البغدادی، المختصر للقدوری، ص:۷۵

(۱۵) مرغینانی، برهان الدین أبوالحسن علی بن أبی بکر، الهدایة ،۳:۸۶

(۱۶) ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحدبن عبد الحمید، ۵:۳۰۰

(۱۷) العینی، ابومحمد محمود بن أحمد، (م:۸۵۵ھ) البنایۃ فی شرح الہدایۃ، ۷:۳۸۴۔

(۱۸) الزیلعی، جمال الدین أبی محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی، (م:۷۶۲ھ)، نصب الرایة لأحادیث الهدایة، ۱۹۹۷ء، ۴: ۴۴، نمبر:۶۳۹۵-۶۳۹۶۔

(۱۹) النسفی ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد، کنز الدقائق، ص: ۲۵

(۲۰) ابن نُجیم زین الدین بن إبراهیم حنفی، البحر الرائق، ٦ :٢٢٦

(۲۱) فخرالدین عثمان بن علی حنفی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ۴:۹۷

(۲۲) الفتاویٰ الہندیۃ المعروف بالفتاویٰ العالمکیریّۃ، الشیخ نظام و جماعۃ من علماء الہند الأعلام، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۰ء، کتاب البیوع، باب فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل السادس فی تفسیر الربا و أحکامه، ۳:۱۲۹، کتاب البیوع، باب فی أحکام العقد بالنظر إلی أحوال العاقدین، الفصل السادس فی الصرف فی دار الحرب: ۳:۲۴۴۔

(۲۳) ابن عابدین، محمد امین: ردّ المحتار، ۴ : ۲۰۹، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ ، ۱۳۹۹ ھ / ۱۹۷۹ء۔

(۲۴) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، طباعۃ ذات السلاسل، وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ، الکویت، ۱۹۹۰ء ۲۰:۲۰۹۔

(۲۵) تھانوی، ظفر احمد عثمانی، قواعد فی علوم الحدیث، ادارۃ القرآن و العلوم الإسلامیۃ، کراچی، ۱۹:۳۹۔

(۲۶) تھانوی، ظفراحمد عثمانی، قواعد فی علوم الحدیث، ۱۹ :۱۳۸۔

(۲۷) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، المکتبۃ السلفیۃ، القاہرۃ، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم، ۳: ٦، حدیث نمبر:۳٦۵۰۔

(۲۸) ابن خلکان، أبو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن أبی بکر، (م:٦۸۱ھ)، وفیات الأعیان وابناء الزمان، دارصادر، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۵:۲۸۰۔

(۲۹) الزہری، محمد بن سعد بن منیع (م:۲۳۰ھ)، کتاب الطبقات الکبریٰ، مکتبہ الخانجی، قاہرہ، ۲۰۰۱ء، ۷:۴۵٦۔

(۳۰) بخاری، محمد بن اسماعیل،کتاب التاریخ الکبیر، دائرۃ المعارف العثمانیۃ،حیدر آباد دکن، ۱۹٦۰ء، ۴:۲۱۔

- أبو القاسم علی بن الحسن الشافعی، تاریخ مدینۃ دمشق، دارالفکر، بیروت ۱۹۹۷ء، ٦۰:۱۹۷-۱۹۸۔

- النووی، أبو زکریا محیی الدین بن شرف، (م:٦۸٦ھ) تھذیب الأسماء واللغات، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹٦ء، ۲:۴۱۵۔

(۳۱) شہاب الدین ابی الفلاح عبد الحی بن محمد العَکرِیّ الحَنبَلی الدِّمَشْقِی، (م:۱۰۸۹ھ) شذرات الذہب فی أخبار مَن ذَہب، دار ابن کثیر، دمشق / بیروت، ۱۹۹۱ء، ۲:٦۷۔

- النووی، أبو زکریا محیی الدین بن شرف، (م:٦۸٦ھ) تھذیب الأسماء واللغات، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹٦ء، ۲:۴۱۵

- الذہبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م:۷۴۸ھ)، سیر أعلام النبلاء، ۵:۱۵٦-۱۵۷، نمبر:۵۷۔

(۳۲) الذہبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م:۷۴۸ھ)، سیر أعلام النبلاء، ۵:۱۵٦-۱۵۷، نمبر:۵۷۔

- الشیرازی، أبواسحٰق إبراہیم بن علی بن یوسف الفیروزآبادی، طبقات الفقہاء، دارالرائد العربی، بیروت، ۱۹۷۰ء، ۱:۷۵۔

- العسقلانی، شہاب الدین أحمد بن علی بن حجر، تہذیب التہذیب، المکتبۃ التجاریۃ، دارالکفر، بیروت، ۱۹۹۵ء، ۸:۳۳۲، رقم:۱۵۴۔

(۳۳) الذہبی،الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان(م:۷۴۸ھ)، سیرأعلام النبلاء،مؤسسۃ الرسالۃ،

بیروت، ۱۹۸۴ء،۵:۱۵۶-۱۵۷،نمبر :۵۷ ۔

ii-اأبو القاسم علی بن الحسن الشافعی،تاریخ مدینۃ دمشق،دارالفکر،بیروت۱۹۹۷ء،۶۰:۱۹۷-۱۹۸۔

(۳۴) العلائی، أبوسعید بن خلیل بن کیکلدی، صلاح الدین، (م:۷۶۱ھ) جامع التحصیل فی أحکام المراسیل، عالم الکتب، بیروت، ۱۹۸۶ء، ص:۱۱۸۔

(۳۵) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م: ۷۴۸ھ)، سیر أعلام النبلاء، ۵:۱۵۶-۱۵۷، نمبر:۵۷۔

- الشیرازی، أبواسحٰق إبراہیم بن علی بن یوسف الفیروز آبادی، طبقات الفقہاء، دارالرائد العربی، بیروت، ۱۹۷۰ء، ۱:۷۵۔

العسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی بن حجر، تہذیب التہذیب، المکتبۃ التجاریۃ، دارالکفر، بیروت، ۱۹۹۵ء، ۸:۳۳۲، رقم:۱۵۴۷۔

(۳۶) الذھبی، الحافظ المؤرخ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م:۷۴۸ھ)، سیرأعلام النبلاء، ۵:۱۵۶-۱۵۹، نمبر:۵۷۔

(۳۷) السرخسی، شمس الدین ابوبکر محمد بن احمد بن ابوسہل (م:۴۸۳ھ)، کتاب المبسوط لشمس الدین السرخسی، باب الصرف فی دارالحرب، ۱۴:۵۶۔

(۳۸) السرخسی، شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد بن ابوسہل (م:۴۸۳ھ)، کتاب المبسوط لشمس الدین السرخسی، باب الصرف فی دارالحرب، ۱۴:۵۶۔

- العینی، ابو محمد محمود بن أحمد، (م:۸۵۵ھ) البنایۃ فی شرح الہدایۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء، ۷:۳۸۴۔

(۳۹) ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحدبن عبد الحمید ،فتح القدیر ، مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر، ۵:۳۰۰۔

-النجاری،محمود بن أحمد بن صدر الشہید برہان الدین مازہ ،المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، دار إحیاء التراث العربی،بیروت،۷:۴۵۵۔

- الفتاویٰ الہندیۃ المعروف بالفتاویٰ العالمکیریّۃ، الشیخ نظام و جماعۃ من علماء الہند الأعلام، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۰ء، **کتاب البیوع، باب فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل السادس فی تفسیر الربا وأحکامه، ۳: ۱۲۹، کتاب البیوع، باب فی أحکام العقد بالنظر إلی أحوال العاقدین، الفصل السادس فی الصرف فی دارالحرب: ۳: ۲۴۴۔**

- **الموسوعة الفقهية الكويتية، ۲۰: ۲۰۹۔**

(۴۰) مرغینانی، برھان الدین أبوالحسن علی بن أبی بکر، الہدایۃ، ۳:۸۶۔

(۴۱) الطحاوی، ابوجعفر أحمد بن محمد بن سلامۃ، شرح مشکل الآثار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۸: ۲۴۸-۲۴۹۔

(۴۲) رشید احمد بن ہدایت احمد گنگوہی کی پیدائش (٦ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ / ۱۱ مئی۱۸۲۹ء) بروز پیر ضلع سہارنپور (انڈیا) کے ایک مشہور قصبہ گنگوہ میں ہوئی ان کی وفات (۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء-۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء) ہوئی تقریباً انچاس (۴۹) سال تک درس و تدریس اور افتاء کی خدمات انجام دیں۔تفصیل دیکھیے:

- عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخواطر، ۸:۱۶۳۔

- رضوی، سید محبوب، تاریخ دار العلوم دیوبند، ۱:۱۲۵۔

- بخاری، محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبند، ص: ۱۹، ادارہ اسلامیات، لاہور، سن ندارد۔
- عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، ص:۱۴۶، مکتبہ رشیدیہ، لاہور۔
- میرٹھی، محمد عاشق الٰہی، تذکرۃ الرشید، ۱:۴۳- ۷۸، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔

(۴۳) گنگوہی، رشید احمد، فتاویٰ رشیدیہ، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب دستگیر، کراچی، ص: ۴۸۸۔

(۴۴) مولانا اشرف علی بن عبدالحق تھانوی کی پیدائش (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء) تھانہ بھون (انڈیا) میں ہوئی، دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی، تھانہ بھون میں سینتالیس (۴۷) سال تک تصنیف و تالیف اور افتاء کی خدمات انجام دیں۔ مولانا عبد الحی الحسنی نے ان کی تصانیف کی تعداد آٹھ سو (۸۰۰) لکھی ہے، مولانا تھانوی کی وفات (۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء) تھانہ بھون میں ہوئی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:

- مقدمہ امداد الفتاویٰ، ۱: ۱۳،۳-۱۸۔
- عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخواطر ۸:۶۵۔
- بخاری، محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبند، ص:۳۳۔
- رضوی، سید محبوب، تاریخ دارالعلوم دیو بند ۲ :۵۱۔
- مقدمہ امداد الفتاویٰ، ۱: ۱۳۔
- بخاری، محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبند، ص:۴۵۔

(۴۵) تھانوی، اشرف علی، امداد الفتاویٰ، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۹۸۵ء، ۳: ۱۵۵۔

(۴۶) تھانوی، اشرف علی، امداد الفتاویٰ، ۳: ۱۵۳-۱۶۰۔

(۴۷) مولانا نذیر حسین کی پیدائش ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء میں صوبہ بہار کے ضلع مونگیر سورج گڑھ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم الہ آباد اور پٹنہ کی معروف دینی درسگاہوں میں حاصل کی پھر دہلی میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نواسے شاہ محمد اسحٰق کے حلقہ درس میں داخل ہو کر تفسیر، حدیث اور دیگر علوم و فنون کی تکمیل کی۔ شاہ محمد اسحاقؒ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے تو دہلی میں ان کے جانشین بنے۔ برطانوی حکومت کی طرف سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء / محرم ۱۳۱۵ھ کو میاں نذیر حسین دہلوی کو شمس العلماء کا سرکاری خطاب ملا اِن کی وفات ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ / اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک سو سال کی عمر میں دہلی میں ہوئی۔ دیکھیے: عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخواطر، ۸: ۵۲۳-۵۲۴، ۵۲۷۔

- پروفیسر محمد مبارک، حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دھلوی، ص: ۵-۷، ۶۳۔
- فتاویٰ نذیریہ، ۱: ۵، ۳۱، ۳۷، ۴۰، ۶۴۔

(۴۸) دہلوی، نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ، ۲: ۱۹۴-۱۹۵۔

(۴۹) ابو الوفاء ثناء اللہ بن محمد خضر جو کشمیری امرتسری کی پیدائش (۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء) امرتسر میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وزیرآباد میں حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیو بند میں داخل ہوئے جہاں معقولات و منقولات کی کتابیں پڑھیں اس کے بعد دورہ حدیث کی تکمیل مدرسہ فیضِ عام کانپور سے شعبان ۱۳۱۰ھ / فروری ۱۸۹۳ء میں کی۔ تحصیلِ علم کے بعد ''مدرسہ تائید الاسلام'' امرتسر میں درس و تدریس اور افتاء کے شعبہ سے وابستہ ہو گئے سید سلیمان ندوی مولانا امرتسری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں سے تھے فن مناظرہ کے امام تھے، خوش بیان مقرر تھے، متعدد تصانیف

کے مصنف تھے، مذہباً اہلِ حدیث تھے اور اخبار اہلِ حدیث کے ایڈیٹر تھے قومی سیاسیات کی مجلسوں میں کبھی کبھی شریک ہوتے تھے''۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان ہجرت کر کے آ گئے اور سرگودھا میں سکونت اختیار کرلی۔ ان کی وفات (۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء) سرگودھا میں ہوئی۔ دیکھیے:

عبد الحی الحسنی، نزهة الخواطر ۸: ۱۰۵، ۱۰۶۔ - فتاویٰ ثنائیہ، ا: ۲۴، ۵۴، ۵۸، ۶۱۔

(۵۰) امرتسری، ابو الوفاء ثناء اللہ، فتاویٰ ثنائیہ، مکتبہ ثنائیہ النور اکیڈمی سرگودھا، ۲: ۳۶۰-۳۶۳۔

(۵۱) مفتی محمد شفیع بن محمد یاسین کی ولادت دیو بند میں (۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء) ہوئی۔ ان کی تعلیم و تربیت دارالعلوم دیوبند ہی میں ہوئی اور ۲۲ سال کی عمر میں دارالعلوم دیو بند سے (۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) فارغ التحصیل ہوئے۔ تحصیلِ علم کے بعد دارالعلوم دیو بند ہی سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم دیوبند کے مفتی مقرر ہوئے۔ مفتی صاحب نے مسلسل ستائیس سال تک دارالعلوم دیو بند میں درس و تدریس اور افتاء کی خدمات انجام دیں۔

تقسیم ہندکے بعد ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور کراچی میں قیام پذیر ہوئے۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے بورڈ آف تعلیمات اسلامی کے رکن کی حیثیت سے اسلامی دستور کی ترتیب میں مدد دی۔ شوال ۱۳۷۱ھ / جون ۱۹۵۲ء میں ''جامعہ دارالعلوم کراچی'' کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا یہ ادارہ پاکستان میں علوم اسلامیہ کا سب سے بڑا مرکز شمار ہوتاہے۔ مفتی محمد شفیع کا شمار کثیر التصانیف مصنفین میں ہوتاہے صرف فقہ میں ان کی تصانیف کی تعداد پچانوے شمار کی گئی ہے، ''تفسیر معارف القرآن'' آپ کی مشہور تصنیف ہے جو کہ آٹھ ضخیم جلدوں، پانچ ہزار چھ سو باسٹھ (۵۶۶۲) صفحات پر محیط ہے۔ مفتی صاحب کی وفات (۹ اور ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ / ۵، ۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء کی درمیانی شب) کراچی میں اور تدفین دارالعلوم کراچی کے قبرستان میں ہوئی۔ دیکھیے:

- رضوی، سید محبوب، تاریخ دارالعلوم دیو بند، ۲: ۱۳۰، ۱۳۱۔
- بخاری، محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبند، ص: ۱۸۹-۱۹۵
- عثمانی، محمد رفیع، ماہنامہ البلاغ، کراچی، ص: ۹۴، جمادی الثانیہ، ۱۹۷۹ء۔
- امدادالمفتین، ص: ۳۸-۹۷ ۔

(۵۲) مفتی محمد شفیع، امدادالمفتین، ۸۴۹-۸۵۰۔

(۵۳) مفتی رشید احمد بن محمد سلیم لدھیانوی کی پیدائش اشرف کوٹ ضلع ملتان میں (۳/ صفر ۱۳۴۱ ھ / ۲۶ /ستمبر ۱۹۲۲ء) ہوئی ان کا تعلق علماء لدھیانہ کے مشہور خاندان سے ہے، ابتدائی تعلیم گھوٹہ شریف، جہانگیر آباد اور گکھڑ منڈی اور مولانا ولی اللہ سے (انّھی، ضلع گجرات) حاصل کرنے کے بعد شوال ۱۳۶۰ھ میں دارالعلوم دیو بند میں داخل ہوئے اور شعبان ۱۳۶۱ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ تحصیل علم کے بعد "**جامعه مدينة العلوم بهينڈو**" ضلع حیدر آباد سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا، اس کے بعد ''جامعہ دارالعلوم کراچی'' سے وابستہ ہو گئے یہاں بحیثیت شیخ الحدیث درس حدیث دینا شروع کیا، یہ سلسلہ ۱۳۸۳ھ تک جاری رہا، پھر جامعہ دارالعلوم کراچی چھوڑ کر ناظم آباد کراچی میں فارغ التحصیل علماء کی تمرین افتاء کے لئے رمضان ۱۳۸۳ھ میں ''دارالافتاء و الارشاد'' کی بنیاد رکھی، مفتی صاحب کی وفات، ۲ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ کو ہوئی، دیکھیے: احسن الفتاویٰ ا: ۷-۳۳۔

- آسیا آبادی، احتشام الحق، انوار الرشید، ص ۴۹، ۶۷، ۷۰، ۲۰۳-۲۰۵، السادات سینٹر ناظم آباد کراچی، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء۔
- بخاری، محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبند، ص: ۳۰۵-۳۰۷۔

(۵۴) لدھیانوی، مفتی رشید احمد احسن الفتاویٰ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۹۹۸ء ۷: ۲۰، ۸: ۱۰۱۔

(۵۵) مولاناعبدالحی بانڈا (۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء) میں پیدا ہوئے، قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد اپنے والد اور مفتی نعمت اللہ سے تمام درسی کتابیں پڑھیں اور سترہ (۱۷) سال کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کرلی۔ اس کے بعد حیدر آباد دکن میں درس و تدریس کی خدمات انجام دینا شروع کر دیں کچھ عرصہ کے بعدحیدر آباد دکن سے لکھنؤ آگئے اور آخر عمر تک یہیں درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے، ان کا شمار کثیرالتصانیف مصنفین میں ہوتا ہے سید طفیل احمد ان کے بارے لکھتے ہیں ''پچھلے دنوں اسی خاندان میں مولوی عبدالحی صاحب یکتائے روزگار ہوئے جنھوں نے صرف انتالیس (۳۹) سال کی عمر پائی اور اس مدّت میں مختلف علوم و فنون پر ایک سو چار اعلیٰ درجہ کی کتابیں تصنیف کیں''۔ مولانا اشرف علی تھانوی مولانا عبدالحی کے بارے میں لکھتے ہیں ''بڑے صاحبِ کمال تھے عمر تقریباً ۳۸ یا ۴۰ سال ہوئی۔ مولوی صاحب کے سرہانے سے ایک شیشی خون کی دبی ہوئی نکلی تھی اس سے شبہ ہو تا ہے کہ کسی نے سحر کیا اُس میں انتقال ہوگیا اس تھوڑی سی عمر میں بہت کام کیا سمجھ میں نہیں آیا۔ وقت میں بہت ہی برکت تھی ہر فن سے مناسبت تھی اور ہر فن کی خدمت کی''۔ ان کی وفات (ربیع الاول ۱۳۰۴ھ / نومبر ۱۸۸۶ء) لکھنؤ میں ہوئی۔ مزید دیکھیے: عبدالحی الحسنی، نزہۃ الخواطر ۸:۲۵۰-۲۵۵
- منگلوری، سید طفیل احمد، مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص: ۱۵۸۔
- اشرف علی تھانوی، قصص الاکابر لحصص الاصاغر، ص: ۲۱۰، المکتبہ الاشرفیہ، لاہور، سن ندارد۔

(۵۶) لکھنوی، عبدالحی، مجموعۃ الفتاویٰ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۹۸۴ء، ۲: ۱۴۸-۱۴۹، ۱۵۰۔

(۵۷) مولانا ارشاد حسین کا خاندانی تعلق شیخ احمد سرہندی سے ہے اور مولانا انہیں کے احفاد میں سے ہیں۔ ان کا شمار رامپور کے معروف علماء و فقہاء میں ہوتا ہے علامہ عبدالحی ان کے بارے میں لکھتے ہیں ''وَانْتَهَتْ اِلَيْهِ الفُتياء ورِيَاسة مذهب الحنفى برامبور''. ریاست رامپور میں فتوی اور مذہبِ حنفی کے سب سے بڑے مرجع تھے۔ ان کی وفات (۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۱ھ ۲۴ دسمبر ۱۸۹۲ء) رامپور میں ہوئی۔ دیکھیے: عبدالحی الحسنی، نزهة الخواطر ۸: ۵۷-۵۸۔

(۵۸) رامپوری، ارشاد حسین، فتاویٰ ارشادیہ، الیکٹرک پریس آگرہ، ۱۹۲۸ء، انڈیا، ۲ :۱۱۱۔

(۵۹) اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بن نقی علی خان بریلوی، بروز پیر ۱۰ شوال ۱۲۷۲ ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بانس بریلی (انڈیا) میں پیدا ہوئے، اعلیٰ حضرت نے زیادہ تر تعلیم اپنے والد سے اور کچھ دیگر علماء سے حاصل کی، سفر حج کے دوران علمائے حرمین شریفین سے بھی استفادہ کیا، خصوصاً سید احمد زینی دحلان شافعی مکی اور شیخ عبد الرحمٰن سراف حنفی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ چودہ سال کی عمر میں اپنے والد سے فتویٰ نویسی کی تربیت لینی شروع کی اور سات سال کے بعد ان کو فتویٰ دینے کی اجازت مل گئی۔ اعلیٰ حضرت شاہ آلِ رسول الحسینی المارھروی سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت حاصل کی۔
اعلیٰ حضرت نے علوم اسلامیہ کی تحصیل کے بعد بانس بریلی میں ایک مدرسہ ''دارالعلوم منظر اسلام بریلی'' کے

نام سے قائم کیا اور زندگی بھر اسی مدرسہ میں خدمات انجام دیتے رہے اور اِسی ادارہ میں مجموعی طور پر امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے ۵۴ سال فتویٰ کا کارگراں انجام دیا۔ ان کا شمار کثیر التصانیف مؤلفین میں ہوتا ہے پچپن (۵۵) علوم و فنون پر ان کی تصانیف، شروحات اور حواشی کی تعداد ایک ہزار شمار کی گئی ہے، جبکہ نزہۃ الخواطر میں ان کی تصانیف کی تعداد پانچ سو لکھی ہے۔ ان کی سب سے بڑی تصنیف فتاویٰ رضویہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کی وفات بروز جمعہ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بانس بریلی میں ہوئی۔ مزید دیکھیے:

- عبدالحی الحسنی، نزھۃ الخواطر، ۸: ۴۹-۵۲۔ - فتاویٰ رضویہ ۶: ۵-۷۔
- شیخ محمد اکرام، موج کوثر، ص: ۷۰۔
- نوری، محمد مصطفےٰ رضاخان قادری برکاتی، ملفوظات، ص: ۱ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور، سن ندارد۔
- مظہری، محمد عبدالحکیم، رسائل رضویہ، ص: ۴، مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ لاہور ۱۳۹۴ ھ / ۱۹۷۵ء۔
- قادری، پروفیسر مجید اللہ قادری، العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویۃ کا موضوعاتی جائزہ، ص: ۶-۷، ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء۔

(۶۰) اعلیٰ حضرت احمد رضاخان بریلوی، فتاویٰ رضویہ، ۷: ۸۷-۸۹

(۶۱) مفتی شاہ محمد مظہر اللہ بن محمد سعید کی پیدائش (۱۵ رجب ۱۳۰۳ ھ / ۲۱ اپریل ۱۸۸۶ء) دہلی میں ہوئی۔ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد معاصرین علماء سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ فقہ، اصول فقہ، علم الفرائض، ان کے خصوصی موضوعات تھے اس کے علاوہ تفسیر، اصول تفسیر، عقائد و تصوف، منطق و فلسفہ وغیرہ پر بھی وسیع نظر تھی۔ مفتی صاحب نے جب تحصیل علم سے فراغت حاصل کی تو مسجد جامع فتح پوری کی امامت و خطابت کے منصب پر ان کا تقرر ہوا۔ مفتی صاحب تقریباً ستر (۷۰) سال تک مسلسل اسی مسجد میں وعظ و ارشاد اور افتاء کی خدمات دیتے رہے، انکی وفات ۱۴ شعبان ۱۳۸۶ ھ / ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء کو دہلی میں ہوئی۔ دیکھیے: فتاویٰ مظہری ۱: ۹-۳۶۔

(۶۲) دہلوی، مفتی محمد مظہراللہ، فتاویٰ مظہری، مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی، سن ندارد، ص: ۲۹۳۔

(۶۳) مفتی کفایت اللہ بن عنایت اللہ شاہجہانپوری (۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حافظ برکت اللہ اور ''مدرسہ اعزازیہ'' سے حاصل کرنے کے بعد ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں دارالعلوم دیو بند میں داخل ہوئے اور بائیس (۲۲) سال کی عمر میں (۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد ''مدرسہ عین العلم'' شاہجہانپور سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا، ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں ''مدرسہ امینیہ دہلی'' میں بحیثیت صدر مدرس اور ناظم مدرسہ ان کی تقرری ہوئی اور عرصۂ دراز تک اسی مدرسہ میں خدمات انجام دیتے رہے۔ مفتی صاحب ''جمعیت علماء ہند'' کے بانی تھے اور بیس سال تک ''جمعیت علماء ہند'' کے صدر بھی رہے۔ انگریز حکومت کے خلاف تحریک چلانے کے جرم میں دو دفعہ جیل میں رہے۔ مفتی صاحب کی وفات (۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ / ۲۱ دسمبر ۱۹۵۲ء) دہلی میں ہوئی خواجہ قطب الدین بختیار کعکیؒ کے قریب تدفین عمل میں لائی گئی۔ دیکھیے:

- عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخواطر، ۸: ۳۹۸-۴۰۳۔
- بخاری، محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبند، ص: ۱۱۶-۱۱۹۔

- ارشد، عبدالرشید بیس بڑے مسلمان، صفحات: ۴۱۵-۴۵۸، مکتبہ رشیدیہ، شاہراہ پاکستان لاہور، ۱۹۹۶ء۔

(۶۴) مفتی کفایت اللہ، کفایۃ المفتی، ۸: ۶۲، ۷۱۔

(۶۵) مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی کی پیدائش بمقام گنگوہ، ضلع سہارنپور (۱۱جمادی الثانی، ۱۳۲۵ھ / ۲۴، مئی ۱۹۰۷ء) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مظاہر العلوم سہارنپور سے حاصل کرنے کے بعد ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے مختلف فنون کی تعلیم کے حصول بعد ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء میں مظاہر العلوم سہارنپور سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔

اپنی تدریسی زندگی کا آغاز مظاہر العلوم سہارنپور سے کیا یہاں بیس سال خدمات انجام دینے کے بعد مدرسہ جامع العلوم کانپور سے وابستہ ہو گئے اس مدرسہ میں ۱۳۷۱ ھ / ۱۹۵۱ء-۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء تک درس و تدریس کے علاوہ مسند افتاء پر فائز رہے۔ ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء سے دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی مقرر ہوئے افتاء کے ساتھ ساتھ بخاری شریف کا سبق بھی پڑھانا شروع کیا اور اخیر عمر تک دارالعلوم دیوبند ہی سے وابستہ رہے۔ مفتی صاحب ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء سے وفات تک بیک وقت دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے دارالافتاء کے سرپرست رہے، ان کی وفات ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ / یکم ستمبر ۱۹۹۷ء کو جنوبی افریقہ کے ہیزل دین کے علاقہ میں ہوئی اور ان کو ''ایلز برگ'' کے مقام پر سپردِ خاک کیا گیا، مفتی صاحب کی فتویٰ نویسی کی خدمات تقریباً ۶۷ سال پر محیط ہیں۔ مزید دیکھیے:

- محمد رحمت اللہ، ماہنامہ النور، (خصوصی شمارہ) ص: ۸۲-۸۳ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر، شعبان-شوال ۱۴۱۷ھ / دسمبر ۹۶-فروری، ۱۹۹۷ء۔
- رضوی، سید محبوب، تاریخ دارالعلوم دیوبند، ۲: ۲۵۹۔
- گنگوہی، مفتی محمود حسن، فتاویٰ محمودیہ، ۴: ۱۱۔

(۶۶) گنگوہی، مفتی محمود حسن، فتاویٰ محمودیہ، ۶: ۲۹۴۔

(۶۷) مفتی امجد علی بن مولانا جمال الدین اعظمی کی پیدائش ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء کو گھوسی اعظم گڑھ، ہند میں ہوئی۔ ابتدائی کتابیں اپنے دادا اور بڑے بھائی سے پڑھنے کے بعد علوم و فنون کی تکمیل مولانا ھدایت اللہ رامپوری کے مدرسہ جونپور سے کی۔ پھر مولانا وصی احمد محدّث سورتی کے ''مدرسۃ الحدیث'' میں داخلہ لیکر درس حدیث میں شریک ہوئے اور ۱۳۲۶ ھ / ۱۹۰۸ء میں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ''دارالعلوم منظر الاسلام بریلی'' سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا جہاں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مطبع اہلسنت کا انتظام اور جماعت رضاء مصطفٰے کے شعبۂ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی ان کے سپرد تھے، افتاء کی مصروفیات اس کے علاوہ تھیں۔ طویل عرصہ تک ''دارالعلوم منظر الاسلام بریلی'' میں خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۴۳ ھ / ۱۹۲۴ء میں بحیثیت صدر مدرس ''دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف'' میں آپ کا تقرر ہوا لیکن تین سال کے بعد واپس بریلی آ گئے۔ بعد ازاں ''دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ'' میں سات سال تک بحیثیت صدر مدرس خدمات انجام دیں۔ فتاویٰ امجدیہ اور ''بہار شریعت'' ان کی اہم تصانیف ہیں اس کے علاوہ علامہ طحاوی کی معروف کتاب ''شرح معانی الاثار'' کے نصف اول پر عربی حاشیہ بھی تحریر کیا۔ انکی وفات ۲ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ / ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء کو سفر حج کے لئے جاتے ہوئے بمبئی میں ہوئی۔ مزید دیکھیے:

- قادری، مولانا محمد جلال الدین، محدث اعظم پاکستان، ص: ۱۲۷، مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۸۹ء۔
- فتاویٰ امجدیہ ۱: ۱-۲۔

(۶۸) اعظمی، مفتی محمد امجد علی، فتاویٰ امجدیہ، ۳: ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۱۰، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۲۶۔

(۶۹) مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ بن ابوالنور محمد صدیق کی ولادت ۱۶ رجب ۱۳۳۲ ھ / ۱۰ جون ۱۹۱۴ء میں تحصیل دیپال پور کے گاؤں ''سوجیکی'' میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد مختلف مدارس سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی اس کے بعد درس حدیث کے لئے ''دارالعلوم حزب الاحناف'' لاہور میں داخلہ لیا اور شعبان ۱۳۵۲ ھ / نومبر ۱۹۳۳ء میں دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۵۷ ھ / ۱۹۳۸ء تحصیل دیپال پور کے ایک قصبے فرید پور میں ''دارالعلوم حنفیہ فریدیہ'' کے نام سے ایک دینی ادارہ کی داغ بیل ڈالی اور زندگی بھر اسی دارالعلوم میں تفسیر، حدیث اور مختلف فنون کی تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی علمی و دینی خدمات پچاس سال کے طویل عرصے پر محیط ہیں۔ ان کی وفات یکم رجب ۱۴۰۳ ھ / ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء کو بصیرپور میں ہوئی اور ''دارالعلوم حنفیہ فریدیہ'' کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ دیکھیے: فتاویٰ نوریہ ۱: ۵۵-۱۰۸۔

(۷۰) نعیمی، ابوالخیر محمد نور اللہ، بصیر پوری، فتاویٰ نوریہ، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور، اوکاڑہ ۱۹۹۰ء، ۳: ۸۷-۹۰۔

(۷۱) مفتی اقتدار احمد بن مفتی احمد یار خان نعیمی کی پیدائش ۱۳۶۴ ھ / ۱۹۴۵ء میں ہوئی، تحصیل علم کے بعد گجرات شہر میں طویل عرصہ تک دینی خدمات انجام دیں اور اس وقت ''بریڈ فورڈ انگلینڈ میں مقیم ہیں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دیکھیے: العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ ۱: ۳-۲۶ :۲۹۳۔

(۷۲) قادری، صاحبزادہ اقتدار احمد خان اشرفی، العطایا الأحمدیۃ فی فتاویٰ نعیمیۃ ۳: ۲۳۸، ۲۴۳، نعیمی کتب خانہ، گجرات ۱۹۹۳ء۔

(۷۳) البقرہ ۱۷۵-۱۸۰، آل عمران: ۱۳۰، النسآء: ۱۶۱، المائدہ: ۶۳۔

(۷۴) قادری، صاحبزادہ اقتدار احمد خان اشرفی، العطایا الأحمدیۃ فی فتاویٰ نعیمیۃ ۳: ۱۹۷، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶-۲۰۷، ۲۱۲، ۲۱۸۔

(۷۵) مفتی جلال الدین احمد بن جان محمد کی پیدائش ۱۳۵۲ ھ / ۱۹۳۳ء میں اوجھا گنج ضلع بستی، یو پی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مولوی محمد زکریا سے حاصل کی اس کے بعد بقیہ علوم و فنون مدرسہ ''شمس العلوم ناگپور'' میں پڑھے اور اسی مدرسہ سے ۱۳۱۷ ھ / ۱۹۵۲ء میں درس نظامی کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد ''مدرسہ فیض العلوم'' (ٹاٹانگر) سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا اس کے بعد ''مدرسہ قادریہ بہاولپور'' سے وابستہ ہو گئے کچھ عرصہ یہاں خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۷۵ ھ / ۱۹۵۶ء سے ''مدرسہ فیض الرسول'' میں بحیثیت مفتی و مدرس ان کا تقرر ہوا اور تاحال اسی مدرسہ میں درس و تدریس اور افتاء کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دیکھیے: فتاویٰ فیض الرسول ۱: ۱۳۲-۱۳۳، ۲: ۳۴-۵۷۔

(۷۶) مفتی جلال الدین احمد امجدی، فتاویٰ فیض الرسول، ۲: ۳۸۱-۳۸۵، ۴۰۵، ۴۰۶

☆☆☆☆☆